نمبر ۵ | دارالامن والامان قادیان، فروری سنہ ۱۹۰۲ء ۲۸ شوال ۱۳۱۹ھ یوم جمعہ | جلد ۶

فہرست مضامین

دُعا

اے خداوند رہنمائے جہاں
صادقاں را نگاہ دار برمال
آتش افتاد در جہاں ز فساد
الغیاث اے مغیث عالمیاں

اے خدا اے مالک ارض و سما
اے پناہ حزب خود در ہر بلا
اے رحیم و دستگیر و رہنما
بیکہ در دست تو فضل است و قضا
سخت شورے فتاد اندر زمیں
رحم کن بر خلق اے جاں آفریں
امر فیصل از جناب خود بکن
تا شود قطع نزاع و فتنہ ہا
اک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھکو سب قدرت ہے اے رب الوریٰ
حق پرستی کا مٹا جاتا ہے نام
ایک نشاں دکھلا کہ ہو حجت تمام
اے خدا اے چارۂ آزار ما
اے علاج گریہ ہائے زار ما
حافظ و ستر ے از جود و کرم
بیکساں را یارے از لطف اتم
از کرم بردار مشق ہر بار ما
اے تو ہر دم مونس و غمخوار ما
ہر کسے چوں مہربانی مے کنی
از زمینی آسمانی مے کنی
صد ہزاراں نعمت بخشی زجود
بہر در ما پیشش آری در سجود

ابو اسحٰق و یوسف کی شرارت
ضلالت ہی ضلالت ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامدًا و مصلیًا

امابعد ایک اشتہار دو ورقہ جس کے عنوان میں لکھا تھا کہ جہالت ہے جہالت ہے جہالت مشتہرہ ابو اسحاق محمد الدین امرتسری مؤلفہ ثناء اللہ طالب علم آج کی تاریخ ۱۰ جنوری ۲ء کو محب مکرم منشی تاج الدین صاحب نے میرے پاس لاہور سے روانہ کیا جس کے حاشیہ سطر زیرین میں لکھا تھا کہ (فقیر حافظ محمد یوسف کیلر نے مولوی محمد احسن صاحب امروہی اپنے خط مندرجہ الحکم ۲۴ نومبر کے جواب میں سر دست یہی مضمون ملاحظہ کریں فقط) جبکہ میں نے اسکو مطالعہ کیا تو مجھکو حافظ محمد یوسف صاحب کی جہالت پر بڑا ہی افسوس پیدا ہوا کیونکہ خط مندرجہ الحکم ۲۴ نومبر میں جو دلائل بینہ مدعا اور مطلوب پر قائم کی گئی ہیں انمیں سے کسی ایک دلیل کا بھی اس اشتہار میں جواب نہیں ہے پھر حافظ صاحب نے اس اشتہار کو خط مذکور کا جواب کیونکر قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جیسا کہ ظاہری قوی و جوارح حافظ صاحب کے معطل ہو گئے ہیں جنکے سبب سے پنشن کے مستحق ہوئے اسی طرح پر قوی روحانی اسباب ایمان وتقوےٰ کے بھی مسلوب ہو گئے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون اور اگر حافظ صاحب میں ایک ذرہ بھر بھی ایمان و تقوےٰ کا باقی ہے تو بمقام لاہور ایک جلسہ منعقد کریں جسمیں عاجز کا خط پڑھا جاوے اور ہر ایک اسکی دلیل کا جواب اس اشتہار سے طلب کیا جاوے اگر کسی ایک دلیل مندرجہ خط کا بھی نقض اس اشتہار میں موجود ہوگا تو میں کل دلائل مندرجہ خط کو واپس لیلونگا اور کل دلائل کو منقوض سمجھ لونگا ورنہ حافظ صاحب کو دلائل مندرجہ خط کا تسلیم و

تصدیق کرنا واجب اور لازم ہوگا میرا حاضر ہونا بھی لاہور میں کچھ ضروری نہیں ہماری جماعت میں سے کوئی صاحب اس خط کو پڑھینگے اور ان سے اسی اشتہار میں سے جواب طلب کرینگے خارج اشتہار سے کوئی جواب مسموع نہیں ہوگا تاکہ سامعین کو طوالت سے ملالت پیدا نہ ہو۔ بالفعل آپکے اس اشتہار جہالت کا یہی جواب ہے ہاں بالفعل میں آپکے اس اشتہار کی عبارت کو آپ پر ہی لوٹائے دیتا ہوں آپ جواب اس کا کسی عالم سے تمام علماء عرب یا عجم میں سے مطالبہ کر کر مجھکو عنایت فرماویں وہی ہذا سوال یہ ہے کہ نبی اور رسول کی بابت جو مسلمانوں کا قاطبۃً عقیدہ ہے الٰی قولہ ما لا یخفیٰ انتہی بلفظہ پس اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ یہ سب تعریف مذکورہ اور حکم رسول یا نبی کا حضرت عیسیٰ پر صادق آتا ہے یا نہیں بشق اول آپکے عقائد مندرجہ اشتہار کے بموجب حضرت عیسیٰ بالضرور مبعوث الی الخلق ہوکر لتبلیغ الاحکام بڑی عظمت و شان کے ساتھ آوینگے بلکہ جملہ مرسلین اور تمام انبیاء سے انکی بعثت و رسالت عجیب و غریب شان کی ہوگی کہ نہ کبھی ایسی رسالت دنیا میں واقع ہوئی اور نہ کبھی ہوگی کیونکہ باقی تمام مرسلین و انبیاء تو حسب سنت الٰہیہ کے اسی زمین سے مبعوث ہوئے بخلاف حضرت عیسیٰ کے کہ انکا ارسال و انزال آسمان سے بجسدہ العنصری ایک بڑی عظمت و شان سے زمین پر واقع ہوگا پس وہ تو بالضرور ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ کے ایسے کامل مصداق ہوونگے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایسا ارسال نصیب نہ ہوا مگر وقت تو آپ پر یہ وارد ہوتی ہے کہ اس آپکے فتویٰ مندرجہ اشتہار سے خود حضرت عیسیٰ بھی کافر ہو گئے اور جسقدر مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں یا بوقت نزول ان پر ایمان لاوینگے وے بھی بموجب آپکے زعم کے سب کافر ہو گئے اور پھر اسپر علاوہ یہ ہوا کہ بیچارے تمام اہل کتاب یہود اور نصاریٰ جو انکے نزول کے وقت میں انپر ایمان لاوینگے جیسا کہ آیکی دلیل قطعی قرآن مجید میں موجود ہے کہ و ان من اھل الکتٰب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ وہ بیچارے بھی سب کے سب

کافر ہو گئے کیونکہ جبکہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدعی نبوت کا فر ہے تو جو اسپر ایمان لاوے وہ بھی بدرجہ اولیٰ کافر ہے حضرت عیسیٰ کا نزول کیا ہوا بسیط الارض پر کوئی مومن باقی ہی نہ رہا اور ایں رسالت نشر قیامت شد کا مصداق ہو گیا۔ اور اگر آپ کہیں کہ حضرت عیسیٰ باوجود ہوتے نبی رسول کے شریعت جدید نہیں لاوینگے بلکہ شریعت محمدیہ کے ہی احکام کی تبلیغ کرینگے تب بھی ہماں آش در کاسہ موجود ہے کیونکہ مطلق نبوۃ کو بعد آنحضرت صلعم کے آپ کفر قرار دیتے ہیں دیکھو اپنے عقیدہ کو مذکورہ کی سطر ۱۵ میں آپ نے لکھا ہے مگر مسلمانوں کا قاطبۃً عقیدہ اور قرآنی شہادت بس امر پر بین دلیل ہے الٰی قولہ کہ کئی نبی توریت ہی کا حکم اور فیصلہ کرتے رہے الٰی آخرہ انتہی بلفظہ اس دلیل سے تو آپ سمجھتے اپنے زعم میں ثابت کیا ہے کہ بعد آنحضرت کے کوئی نبی شارع ہو یا غیر شارع نہیں ہو سکتا اور یہ اعتقاد رکھنا کفر ہے ناین المفر اور بشق ثانی تمام یہود مکذبین حضرت عیسیٰ کے حق پر رہے فرق صرف اتنا ہے کہ یہود نے تو اول ہی سے حضرت عیسیٰ کی نبوۃ کی تکذیب کی اور آپ نے بعد از تامل بسیار اور مدت دراز میں انکو معزول عن النبوۃ کر دیا مگر پھر بھی آپ آفت کفر سے محفوظ نہیں کیونکہ تمام علماء متکلمین کے نزدیک کسی نبی کا نبوۃ ثابت شدہ سے معزول اعتقاد کرنا بھی کفر ہے جسکے اور متکلمین نے کتب عقائد میں درج فرمایا ہے علاوہ بریں ذرا غور کرو کہ قرآن مجید میں جسجگہ پر حضرت عیسیٰ کو بوصف رسالت یا نبوۃ متصف فرمایا گیا ہے وہاں پر حضرت عیسیٰ کی نبوت کا سلب کسی زمانہ میں کسی جگہ کسی آیت میں ارشاد نہیں کیا گیا بلکہ وجیھًا فی الدنیا والاٰخرۃ ہی ارشاد کیا گیا ہے پھر آپ حضرت عیسیٰ کو معزول عن النبوۃ کر سکتے ہیں کیا عزل و نصب نبوۃ کا آپ ہی کے اختیار میں آ گیا ہے کہ جب چاہیں کسی نبی کو معزول کر دیویں۔ اگر آپ حضرت عیسیٰ کا معزول عن النبوۃ ہونا کسی ایک آیت یا ایک حدیث صحیح سے ہی ثابت کر دیوینگے تب بھی میں کل دلائل مندرجہ خط مذکور کو واپس لیلونگا بعد اللتیا و التی یا تو آپ کو اس اشتہار کے بموجب عقیدہ نزول حضرت عیسیٰ رسول و نبی اللہ سے توبہ کرنی پڑے گی اور یا نعوذ باللہ ختم نبوۃ خاتم النبیین صلعم سے انکار کرنا لازم ہوگا۔ ادریا چار و نا چار جو مسلک ہمنے خط الحکم ۲۴ نومبر میں اختیار کیا ہے اسی اس اشتہار کے عقائد سے رجوع کر کر آپ کو اسکی

اعلان

بجواب بشارت خلیفہ مسیح ابن مریم

ناظرین کو معلوم ہو کہ مولوی فضل حق صاحب امام مسجد ایبٹ آباد ضلع ہزارہ نے ایک اشتہار بعنوان بشارت شائع کیا ہے جسکا خلاصہ مطلب یہ ہے:-

کہ ۲۰ رمضان المبارک کو مسیح ابن مریم علیہ السلام نے معرفت حضرت خضر مجھے یہ بشارت دی ہے کہ میں (عیسیٰ بن مریم) تجھکو (فضل حق) واسطے ابطال دعوی مرزا قادیانی کے مامور کرتا ہوں اور دس زبردست نشان تجھکو عطا کرتا ہوں کہ جن کے ذریعہ سے تو مرزا قادیانی کو مغلوب کر دے گا۔ اور خضر تیرے ساتھ ہوگا۔ انکی مانتا۔ مختصر اب میں اس خلیفہ ابن مریم کی خدمت میں دست بستہ التماس کرتا ہوں کہ یہ عاجز بھی اپنے آپ کو مسیح ابن مریم موعود قادیانی کا خلیفہ جانتا ہے۔ پس خلیفہ کا مقابلہ خلیفہ سے ہونا چاہیے برابر ایک طرف خود مامور من اللہ مسیح ابن مریم اللہ دوسری طرف مامور ابن مریم۔ سو چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ خلیفہ صاحب چھوٹا منہ بڑی بات بہت ہی ناموزوں ہوا کرتی ہے۔ اپنی بساط سے پاؤں بڑھانا عند العقلاء جائے شرم ہے۔ پس کوئی حق نہیں کہ آپ حضرت قادیانی مامور ربانی کو مخاطب کر سکیں پہلے ہم سے نبٹ لو اس مسیح موعود کا خلیفہ ذاتہ میں آپ ہی بغا مبلاسات میں [illegible] ہے اور آپکی اس دعوت کو بسر و چشم منظور کرتا ہے آپ کو لازم ہے کہ وہ دس نشان ہو بہو مسیح ابن مریم سے مانگ لیں اور کوئی قریب تاریخ آپ ہی مقرر کر دیں اور مقام مقابلہ جامع مسجد ہماری کشمیر ہی ہے اور کوئی جگہ منظور نہیں سب سے ضروری اور مقصود طلب یہ ہے کہ اگر آپ کے نشانات خارق عادت ثابت نہ ہوں بلکہ وہ مسمریزم اور شعبدہ بازی کے ثابت ہوں تو کیا آپ اپنی خلافت ابن مریم سے تائب ہو کر کے مامور من اللہ حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔ یہ اقرار نامہ جلدی شائع کر کے روانہ کشمیر ہو جاویں اور میرا بھی یہی اقرار ہے کہ اگر آپ وہ دس نشان خارق عادت طور پر دکھا دیں گے تو میں اسی میدان میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا امید کہ آپ زیادہ تاخیر نہ فرماویں گے بلکہ اس فرض خلافت کو ادا کر کے اپنے آپ کو سبکدوش فرماویں۔ اگر ۲۰ فروری تک آپ کیطرف سے کوئی اشتہار نشان نمائی نہ نکلا اور ہمیں یقین ہے کہ ہرگز نہیں نکلے گا تو یاد رکھیں کہ آپ کاذب ہیں اور آپ کو اس وعید سے ڈرنا چاہیے جو قرآن شریف میں کاذبوں کے حق میں وارد ہے الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اور بُرے انجام سے ڈریں جو صادقوں کے مقابلہ میں کاذبوں کا ہوا۔ ابلیس۔ نمرود۔ ہامان شداد۔ ابو جہل۔ مسیلمہ کذاب۔ علماء یہود وغیرہ وغیرہ کے نام آپ کو یاد ہونگے۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

المعلن کمترین **محمد یامین**

احمدی از دواتہ ضلع ہزارہ ڈاکخانہ مانسہرہ

۲۷ جنوری ۱۹۰۲ء

مصر کی عربی

مصر میں دو قسم کی عربی مستعمل ہے عامی۔ عامی وہ زبان ہے جسمیں کل اہل ملک اپنے محاورات میں گفتگو کرتے ہیں یہ زبان مخلوط ہے الفاظ قبطی۔ مصری قدیم ترکی زبان اور عربی فصیح سے مگر جزو غالب عربی فصیح ہے اور جانب اسطرف روز بروز ہے کہ حکومت حالی سے قطع نظر کر کے زبان عامی کو ترقی دے اور دفتر سرکاری اور عدالتوں کے کارخانے سب متفق ہو کر اسی کو ترقی دیں یہ فریق اعتراض کرتا ہے کہ یہ کیا معنی ہیں کہ زبان بولے کچھ اور لکھو کچھ مثلاً اہل مصر لکھتے ہیں خبز اور ماء اور بولتے ہیں عیش اور مویہ دونوں کا ترجمہ روٹی اور پانی ہے یہ بحث بہت چھڑ گئی ہے دیکھیں کیا فیصلہ ہو۔

مسئلہ جہاد پر ایک فرانسیسی عالم کا مضمون

اگرچہ یورپ میں زمانہ دراز سے کتابیں لکھی جا رہی ہیں جنسے مذہب اسلام کو اہل یورپ کی نظر میں برا ثابت کیا جاتا ہے اور خاصکر مسئلہ جہاد پر مضامین لکھے گئے ہیں ان سے تو اور بھی عجیبا نک شکل اس مذہب کی دکھائی گئی ہے جسکو اس زمانہ میں کرۂ ارض کے دو سو بیس ملین باشندے مانتے ہیں تاہم اس بر اعظم میں ایسے منصف مزاج اور محقق عالم بھی موجود ہیں جنھوں نے نہایت غور و تامل سے مذہب اسلام کا مطالعہ کیا ہے اور اسکے مسائل و عقائد کی نہایت موشگافی کے ساتھ چھان بین کی ہے اور یورپ کی غلط فہمیوں اور بیجا نکتہ چینیوں کی تردید کیلیے مضامین اور کتابیں لکھی ہیں۔ انھی انصاف پرست عالموں میں سے ایک شخص موسیو اوجین کلافل بھی ہے جس نے یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے مذہبی مسائل و عقائد کی تحقیقات میں اپنی تمام عمر صرف کر دی ہے۔ یہ منصف مزاج عالم ملک فرانس کا ایک باشندہ ہے اُس نے اسلام کے اُن تمام معرکۃ الآرا مسائل پر جدا جدا مضامین لکھے ہیں۔ جنپر یورپ کے مصنف کئی صدیوں سے نکتہ چینی کر رہے ہیں ذیل میں اُسکا وہ مضمون ترجمہ کیا جاتا ہے جو اُس نے جہاد کے مسئلہ پر لکھا ہے۔ ہمکو امید ہے کہ ناظرین اس مضمون کو دلچسپی اور تامل کے ساتھ مطالعہ کرینگے۔ وہو ہذا

مذہب اسلام کی بنیاد توحید پر رکھی گئی ہے۔ عرب کے اُس جلیل القدر پیغمبر نے جسکو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے پکارا جاتا ہے موسی علیہ السلام کیطرح بت پرستی سے ہمیشہ نفرت ظاہر کی ہے۔ انکی مقدس زندگی کا یہ ایک اہم واقعہ ہے کہ انھوں نے تین سو ساٹھ بتوں کو جو کعبہ میں تھے۔ اور جن کی اسلام سے پہلے نہایت شد و مد کے ساتھ پرستش ہوتی تھی طرفۃ العین میں برباد کر دیا۔ قرآن مجید میں بت پرستی کو مٹانے اور بت پرستوں کے ساتھ جنگ* کرنے کی تاکید کی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صنم پرستی پر اعتقاد کرنا مذہب اسلام کی نظر میں ایک اخلاقی جرم ہے۔

* قرآن شریف نے جنگوں کا اصول مذہب کی مخالفت ہرگز نہیں بتایا۔ بلکہ اسلامی جنگوں کا اصول ڈی فینسو کا اصول ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مذہب کے لئے تلوار اٹھانا اسلام نے روا نہیں رکھا۔ بلکہ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کہا۔ ایڈیٹر

* چودہویں صدی کے ایڈیٹر کا منصبی فرض ہے کہ اس جواب کو بھی چھاپ دے۔ ایڈیٹر

مگر جو مذہب اسلام سے پہلے موجود تھے اور جو خدا کی وحدانیت کی تعلیم دیتے تھے اُن کے ساتھ اسلام نے اسطرح کا برتاؤ نہیں کیا۔ کہ اُن مذہبوں کی عزت کرتے اور اُن مذہبوں کے ماننے والوں کو اپنی حفاظت میں لیتے اور اُن کے ساتھ فیاضی سے پیش آنیکی ہدایت کی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اسلام نے عیسائیوں اور یہودیوں کو مومنوں کی فہرست میں شامل نہیں کیا اور جو رعایت انکے ساتھ کی ہے وہ بہ نسبت اُس رعایت کے جو مسلمانوں کے ساتھ کی جاتی ہے کم ہے۔ مگر اسبات سے کوئی نکتہ چینی اسلام پر نہیں ہوسکتی کیونکر ممکن تھا کہ غیر مذہب والوں کو مسلمانوں کی سوسائٹی میں اسی طرح شامل کر لیا جاتا جس طرح مسلمانوں کو شریک کیا جاتا تھا؟ یہ کیونکر ہوسکتا تھا کہ جو لوگ عقیدہ اسلام کو مانتے ہیں انکو اُن کے ساتھ جو اس عقیدہ سے انکار کرتے تھے برابر سمجھا جاتا۔

پیغمبر اسلام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اُس زمانہ میں جبکہ انھوں نے اپنی نبوۃ اور رسالت کا اعلان کیا اُن لوگوں کے ساتھ رعایت اور شفقت سے پیش آنے کا حکم دیا جو خدا کی وحدانیت اور قیامت کو مانتے تھے۔ اور نیکی کے کام کرتے تھے۔ قرآن مجید میں ایک آیت اس مضمون کی ہے کہ "وہ مسلمان۔ یہودی۔ عیسائی اور صابی جو خدا کی وحدانیت پر ایمان لائے ہیں اور جو قیامت کے آنیکو تسلیم کرتے ہیں اور جو نیک کام کرتے ہیں اُنکو خدا اُن کی نیکیوں کا ثواب دیگا آیندہ زندگی میں اُن کو کوئی خوف نہیں ہو اور وہ اُس زندگی میں غمگین نہیں ہونگے" قرآن مجید میں ایک اور آیت ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ "جو لوگ اسلام کے سوا کوئی اور دین رکھتے ہیں اُن کا دین خدا کے نزدیک مقبول نہیں ہے اور وہ آخرت میں ضرور نقصان اُٹھائینگے"

ہر دو آیت مذکورہ بالا کو جو شخص نظر انصاف سے دیکھیگا اسبات پر ضرور یقین کرے گا کہ ان آیتوں میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو غیر مذہب والوں کے ساتھ فیاضی اور تحمل کا برتاؤ کرنے کے خلاف ہو ان آیتوں میں کوئی اشارہ اسبات کا نہیں ہے کہ جو لوگ اسلام کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں انکو اُن پر کسی طرح کا جبر و ستم کیا جائے۔ دوسری آیت میں صرف اس امر کو بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے سوا اور کوئی عقیدہ خدا کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔ اس سے صرف یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ اسلام اپنے گروہ کو اور گروہوں سے ممتاز اور جدا رکھنا چاہتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا مقصد ہے کہ اسپر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

سب سے زیادہ توجہ کے لائق وہ آیتیں ہیں جنمیں پادریوں اور راہبوں کی حمایت اور حفاظت کرنے کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ اسلام رہبانیت کا سخت دشمن ہے اور اسکو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ قرآن مجید کی پانچویں سورۃ کی ایک آیت کا یہ مضمون ہے کہ "مسلمانوں کے سب سے زیادہ سچے دوست وہ لوگ ہیں جو اپنے تئیں عیسائی کہتے ہیں۔ کیونکہ انمیں پادری اور راہب لوگ شامل ہیں اور انمیں تواضع اور فروتنی کے سوا تکبر کی کوئی بات نہیں ہے" قرآن مجید کے مفسروں نے پادریوں اور راہبوں کو ان لوگوں میں شامل کیا ہے جنکا لڑائی کے وقت مسلمانوں کو ہمیشہ لحاظ رکھنا چاہیے اور اُن کے ساتھ فیاضی اور مروت کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ مثلاً ایک مشہور عالم نے جسکا نام امام خلیل ہے جنگ کے زمانہ میں عیسائیوں کے بچوں بوڑھوں اور عورتوں کی جان بچانے اور پادریوں اور راہبوں کی حفاظت اور حمایت کرنے کی سخت تاکید کی ہے اور اسکو اسلام کے اُن احکام میں شمار کیا ہے جنکے خلاف کرنے سے آدمی سخت گناہگار ہوتا ہے۔

وہ قاعدے جنکی رو سے مسلمانوں کو عیسائیوں کی حمایت اور حفاظت کرنی چاہیے اُس عہدنامہ میں نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں جو پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ و السلام نے عیسائیوں کو لکھوا کر دیا تھا۔ اس عہدنامہ کو شیخ عطاء اللہ آفندی نے جو روس میں شیخ الاسلام ہیں۔ روسی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ ایک مشہور عالم ترک فریدون بے نے بھی اس عہدنامہ کو اپنی ایک کتاب میں درج کیا ہے۔

اس عہدنامہ کے چند فقرے یہ ہیں کہ "اگر لوگ کسی پہاڑ پر ہوں یا کسی وادی میں کسی شہر میں ہوں یا کسی جنگل میں۔ کسی گرجا میں ہوں یا کسی خانقاہ میں خود اُنکی جان و مال کی حفاظت کروں گا۔ اور میرے تمام دوست اور رفقا بھی انکی نگہبانی اور حفاظت کرینگے کیونکہ وہ میری رعیت ہیں اور میری حمایت کے سایہ میں ہیں۔ کوئی بات ایسی نہیں کی جائے گی جس سے وہ ناراض ہوں یا اُن کو تکلیف پہونچے۔ یا جسمیں اُنکا ضرر ہو۔ اُنپر کسی طرح کا جبر کیا جائیگا نہ اُن کے ساتھ بے مروتی اور بیرحمی کا برتاؤ کیا جائے گا۔ نہ اُن کے قاضیوں کو اُن کے منصب سے ہٹایا جائے گا نہ راہبوں کو خانقاہوں سے نکالا جائے گا۔ نہ اُن کا کوئی مسافر لوٹا جائے گا۔ نہ اُن کا کوئی گرجا گرایا جائے گا۔ اور نہ اُن کی کوئی چیز جو جبر و ستم سے لی گئی ہو مسلمانوں کے گھروں میں داخل ہوسکے گی"۔

کوئی مسلمان جنگ کے زمانہ میں اُن کو لڑانے یا تلوار اُٹھانے پر مجبور نہیں کریگا۔ خود مسلمان اُنکی طرف سے لڑیں گے اور انکی حمایت اور حفاظت کا پورا حق ادا کرینگے۔ اگر اُن کے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ ہو تو نہایت سنجیدگی اور نرمی کے ساتھ اُن سے مباحثہ کیا جائے گا جیسی کہ قرآن مجید میں ہدایت کی گئی ہے۔

ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ بت پرستوں کو اسلام نے وہ حقوق ادا نہیں کیے جو اُسنے عیسائیوں اور یہودیوں کو دیے ہیں اور اس لحاظ سے شاید ہم اسبات کے کہنے کی بھی جرأت کرسکتے ہیں کہ اسلام نے اُن کو انسانیت کے دائرہ سے خارج کر دیا ہے اور اسی سبب سے اُن کی نسبت کوئی حکم اسلامی کتابوں میں نہیں پایا جاتا۔ اور اسی سبب سے بت پرستوں اور مسلمانوں کے درمیان تعلقات قائم نہیں ہوسکتے۔ برخلاف اسکے مسلمانوں اور عیسائیوں یا یہودیوں کے درمیان تعلق ہو سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ عیسائی مرد اور مسلمان عورت کے درمیان رشتہ ازدواج قائم ہونے سے قرآن مجید میں ممانعت کی گئی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کو اپنے شوہروں کی اطاعت کا جو حکم دیا ہے اُس سے مسلمان عورت کے عیسائی یا یہودی ہوجانے کا اندیشہ ہے مگر مسلمان مرد اور عیسائی یا یہودی عورت کے درمیان زناشوئی کے

تعلق پیدا ہونیکو اسلام نے روا رکھا ہے۔

مذکورہ بالا احکام کے بیان کرنے کے بعد ہمکو اسبات کی حاجت نہیں ہے کہ ہم اسلام کے فیاضانہ طریقوں پر زیادہ گہری نظر ڈالیں کیونکہ انہی احکام کے لحاظ سے اسلام کو مذہب عیسوی پر بہت زیادہ فضیلت اور فوقیت حاصل ہے۔ مذہب عیسوی میں نکاح کی سب سے ضروری شرط یہ ہے کہ دولہ اور دلہن ایک مذہب کے ہوں۔ اس نے ہرگز اسبات کی اجازت نہیں دی ہے کہ عیسائیوں اور غیر مذہب کے آدمیوں کے درمیان نکاح کا رشتہ قائم ہو۔

جو عیسائی یا یہودی عورت کسی مسلمان کی بیوی ہو اسکو وہ تمام حقوق عطا کیے جاتے ہیں جو مسلمان بیویوں کو دیے جاتے ہیں۔ مسلمان شوہر کو اسبات کی سخت تاکید ہے کہ وہ عیسائی یا یہودی بیوی کے ساتھ مسلمان بیویوں کی طرح برتاؤ کرے۔ پیغمبر اسلام کے اُس عہدنامہ میں جسکی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے یہ فقرے موجود ہیں کہ "اگر کوئی عیسائی عورت کسی مسلمان مرد سے شادی کرنی چاہے تو یہ اسی عورت کی رضامندی پر منحصر ہے اور مسلمان مرد کے ساتھ بیوی بنکر رہنے کی صورت میں اسکو کبھی گرجا میں جانے سے نہیں روکا جائیگا" یہ سچ ہے کہ عیسائی عورت اپنے مسلمان شوہر کے ورثہ پر قبضہ نہیں کر سکتی۔ مگر مسلمان مرد بھی اپنی عیسائی بیوی کے ترکہ سے محروم کر دیا گیا ہے تاہم مسلمانوں کو اسبات کی اجازت بھی دی گئی ہے کہ وہ اگر چاہیں تو کسی یہودی یا عیسائی کے لیے اپنی جائداد میں سے جس قدر حصہ کی چاہیں وصیت کر دیں۔ اس صورت میں جو جائداد وصیت کے ذریعہ سے کسی یہودی یا عیسائی کو ملے گی اسمیں تصرف کرنے کا اسکو کامل اختیار ہے۔ اور اس اختیار سے اُسے کوئی شخص محروم نہیں کر سکتا۔

ہم اس مضمون میں اُن تمام قواعد پر مفصل بحث نہیں کر سکتے جنکے ذریعہ سے عیسائیوں اور یہودیوں کو مسلمانوں کی فیاضی سے حصہ ملتا ہے تاہم جسقدر ہم نے بیان کیا ہے وہ اس دعوی کے ثابت کرنے کے لیے شاید کافی ہوگا کہ اسلام نے بہ نسبت دیگر مذاہب کے اُن لوگوں کے ساتھ جو اس کے عقاید اور مسائل سے منکر ہوں نہایت فیاضانہ برتاؤ کیا ہے۔ اگر ان قواعد میں کوئی بات حیرت انگیز ہے تو وہ یہ ہے کہ یہ قواعد جنکی بنیاد مذہب اور رائے کی آزادی پر ہے ساتویں صدی عیسوی میں وضع کیے گئے تھے جبکہ یورپ کی تمام قومیں وحشیانہ حالت میں تھیں اور جہالت کے اندھیرے میں بھٹکتی پھر رہی تھیں۔

ہم اسبات کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ بہت سے نکتہ چیں یورپ میں ایسے بھی موجود ہیں جو ہماری اس تحریر کو پڑھ کر ہم پر نہایت شدومد سے اعتراض کرینگے اور قرآن مجید کی اُن آیتوں سے استدلال کر کے جنمیں جہاد کا حکم ہے ہم سے یہ کہیں گے کہ جو احکام تم نے بیان کیے شاید وہ صحیح ہوں۔ مگر اسمیں کوئی حکم ایسا نہیں ہے جو اسلام کو کفار کے برباد اور ہلاک کرنے سے مانع آسکے۔ مذہب اسلام کا اصلی حکم یہی ہے کہ جو شخص اسلام کے قبول کرنے سے انکار کرتا ہے اُسکو فوراً قتل کرنا لازم ہے۔ اسمیں کچھ شبہ نہیں ہے کہ آج کل جو شخص مذہب اسلام پر اعتراض کرتا ہے اسکے اعتراض کی بنیاد اسی قسم کے خیالات پر ہوتی ہے لیکن اگر کوئی شخص غور و تامل سے مذہب اسلام کا مطالعہ کریگا تو اسکو صاف طور پر یہ بات معلوم ہو جائیگی کہ جہاد کا مسئلہ بھی منجملہ اُن مسائل کے ہے جنکی نسبت تمام یورپ میں غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں اور یہ بات ناممکن ہے کہ اسلام جیسے مذہب میں جسپر تیرہ صدیاں گذر چکی ہیں اور جس کے احکام پر دو سو بیس ملین انسانوں کی گردنیں جھکتی ہیں ایسے احکام موجود ہوں جو ایک دوسرے کے برخلاف ہوں جیسا کہ مخالفین اسلام کا خیال ہے۔

ہمکو اسبات پر سخت افسوس ہے کہ تعلیم یافتہ یورپ کے مصنفوں اور عالموں کا ایک گروہ اسبات کا دعوی کرتا ہے کہ قرآن مجید میں جہاد کے جو احکام موجود ہیں وہ اسبات پر واضح طور سے دلالت کرتے ہیں کہ اسلام تعصب کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اُس نے غیر مذہب والوں کے ساتھ فیاضی کا سلوک کرنے کی بالکل اجازت نہیں دی۔ یہ مصنف اور علماء فی الحقیقت نہ قرآن مجید کی آیتوں پر غور کرتے ہیں نہ اُن کے معنے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نہ اُنکی نظر قرآن مجید کی تفسیروں پر ہے جو مسلمانوں میں مسلم خیال کیجاتی ہیں۔ اُن عالموں کے اقوال کو اُنھوں نے مطالعہ کیا ہے جو مسلمانوں میں معتبر سمجھے جاتے ہیں۔ اگر یہ لوگ ایسا کرتے تو اُن کو اسبات میں شبہ کرنے کی مطلق گنجایش نہ ہوتی کہ یورپ نے جو اسلام پر الزام لگائے ہیں وہ بالکل غلط اور محض ناواجب ہیں۔ نیز اُن کو اسبات کا بھی یقین ہو جاتا کہ اُنھوں نے مذہب اسلام کے احکام پر رائے دینے میں نہایت زودگی اور عجلت سے کام لیا ہے اور اسی سبب سے وہ گہری اور تاریک غلطیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

ہمارے مضمون کے مطالعہ کرنے والوں کو اس سے پیشتر کہ ہم مسئلہ جہاد پر کچھ لکھیں یہ خوب یاد رکہنا چاہیے کہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے اُس سے اسلام کی مدح و ستایش کچھ بھی مقصود نہیں ہے۔ ہم حتی الوسع اپنے تئیں جنبہ داری کے الزام سے بچانا چاہتے ہیں اور اظہار حقیقت کے سوا ہمارا کوئی مقصد نہیں ہے۔ مسئلہ جہاد پر بھی آیندہ جو کچھ ہم لکھنا چاہتے ہیں اُس کی بھی یہی غرض ہے کہ یورپ میں جو غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں وہ ہماری تاچیز کوشش سے دور ہو جائیں۔ ٥

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ آیا مذہب اسلام میں اصلاح و ترمیم کی گنجایش ہے یا نہیں ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عام مسلمان اس کے بالکل قائل نہیں ہیں۔ کیونکہ اُن کے نزدیک مذہب کے احکام کی بنیاد الہام پر ہے نہ انسانوں کی مرضی اور خواہش پر مگر وہابیوں کا خیال اس کے برخلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلامی احکام پر جدید احکام کا اضافہ ہو سکتا ہے اور گذشتہ صدیوں میں جو تغیر لوگوں کے حالات میں ہوا ہے۔ اُس کے بموجب اُن احکام کی اصلاح بھی ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کے اس گروہ کے نزدیک اصلاح احکام ایک ضروری چیز ہے۔ اور انہی کو پچھلے چند سالوں میں اپنی مرضی کے موافق اسلامی احکام میں کسیقدر تغیر و تبدل کرنے میں کامیابی ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ سعاد تادوسواس پاشا نے اسبات کو نہایت شدومد سے بیان کیا ہے کہ اسلام میں اصلاح کی قابلیت ہے۔ اور احکام میں حسب ضرورت اصلاح کرنا اُسکے اصول میں

داخل ہے۔ ہم خود اسبات کے قائل ہیں کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جسمیں اصلاح نہ ہو سکے اور جسمیں عمدہ سے عمدہ تر ہونے کی قابلیت موجود نہ ہو۔

اگر ہم اسبات سے بھی قطع نظر کر لیں کہ اسلام کے احکام میں اصلاح و ترمیم ہو سکتی ہے یا نہیں اور صرف موجودہ احکام ہی پر تامل اور انصاف کی نظر ڈالیں تاہم یہ بات واضح طور پر دکھائی دیگی کہ اسلام انسان کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ خیالات کا نمونہ ہے اور نوع انسان کے لیے وہ بہتر سے بہتر قوانین اور احکام پیش کرتا ہے۔ اب ہم جہاد کے مسئلہ پر غور کرتے ہیں مگر اس سے پیشتر یہ مناسب جانتے ہیں کہ ہم اُن قوموں کے مذہبی اور تمدنی قوانین پر ایک سرسری نظر ڈالیں جو مسلمانوں سے پہلے ہو گذرے ہیں اور اسبات کا سراغ لگائیں کہ اُن قوموں نے اپنے سوا اور قوموں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے اس سے ہم بآسانی اسبات کا اندازہ کر سکیں گے کہ مسلمانوں اور اُن قوموں میں سے کس قوم کا مذہب زیادہ فیاض اور زیادہ تحمل پسند اور انصاف دوست ہے۔

دنیا کے قوانین میں سب سے زیادہ شاندار وہ قوانین ہیں جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئے تھے اور جو عبرانیوں کو عطا کیے گئے تھے۔ عبرانیوں کے مذہب کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ (اول) یہ کہ وہ خدائے واحد کے سوا اور کسی معبود کی پرستش نہ کریں۔ (دوم) یہ کہ وہ اپنے مذہب کو دنیا میں پھیلائیں اور اُسکی حکومت دنیا میں قائم کریں۔ اور اپنی قوم کو دنیا کی دیگر اقوام سے بالاتر رکھیں۔ عبرانیوں کے پاس صرف مذہبی قوانین ہی کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ سوشیل اور پولیٹیکل ہدایتوں پر بھی حاوی ہے۔ اُنکا مذہب اسبات کی سخت تاکید کرتا ہے کہ یہودیوں کو ایک ہی وقت میں ملکی اور روحانی حکومت کرنی چاہیے۔ مگر اُس نے آخرۃ میں جزا اور سزا کا مطلق ذکر نہیں کیا ہے بلکہ اُس نے اپنے احکام پر عمل کرنیوالوں کو اسی دنیا میں سرسبزی اور کامیابی کی بشارت دی ہے اور جو لوگ اُس کے احکام پر نہ چلیں اُنکو بھی اسی دنیا کی تکلیفوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہونیکی دھمکی دی ہے۔ چنانچہ اُن کی الہامی کتاب کے چند فقرے یہ ہیں کہ ”اور اگر تم خدا کی آواز پر کان لگاؤ گے اور اُس کے احکام کی تعمیل کرو گے جو تمپر فرض کیے گئے ہیں تو دنیا میں تمھارا بول بالا ہوگا اور تمھاری قوم دنیا کی تمام قوموں پر برتری حاصل کریگی“ اسی طرح ایک اور مقام پر یہ فقرے درج ہیں کہ ”اگر تم خدا کے احکام کی اطاعت نہیں کرو گے اور اُسکی آواز پر کان نہیں لگاؤ گے تو خدا کی لعنت تمپر نازل ہوگی اور تمکو یہ سزا دیجائیگی کہ روے زمین سے تمھارا وجود مٹا دیا جائیگا۔“

باقی آئندہ

طاعون یا پلیگ

یہ ناہنجار اور مہلک مرض کوئی نیا مرض نہیں ہے۔ قدیم سے چلا آتا ہے۔ مختلف کتب تواریخ میں جا بجا اس کا ذکر پایا جاتا ہے۔ چنانچہ چھٹی صدی عیسوی میں تمام سلطنت رومۃ الکبریٰ و یورپ میں لاکھوں جانیں اس سے تلف ہو گئیں۔ اور سنہ ۱۳۴۶ء سے سنہ ۱۳۵۰ء تک فقط یورپ میں دو کروڑ ۵۰ لاکھ آدمی اسکی نذر ہوئے۔ اور سنہ ۱۶۶۵ء سے سنہ ۱۶۸۱ء تک اس سے برابر تباہی ہوتی رہی۔ پھر سنہ ۱۶۶۵ء و ۱۶۶۶ء کے مابین اس نے لاکھوں جانیں ضائع کیں۔ اسی طرح ہندوستان میں پہلے کئی بار یہ مرض پھیل چکا ہے۔ جسکا ذکر کتب تواریخ میں موجود ہے۔ چنانچہ بادشاہ جہانگیر کے زمانہ میں یہ مرض آگرے اور پنجاب وغیرہ کے گرد و نواح میں پھیلا۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں لاہور کی طاعون کا ذکر کیا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات میں بھی اس ناہنجار مرض کا ذکر ہے۔ اور سیر المتاخرین میں شاہجہان بادشاہ کے عہد کے واقعات میں بھی اس مرض کا تذکرہ موجود ہے۔ جب کبھی یہ مرض ظاہر ہوا ہے اسنے ملکوں کے ملک ہی تباہ اور برباد کر دیے ہیں۔ مگر اُس زمانہ میں حکام کی عدم توجہ کے سبب سے کوئی آسان تدبیر اُس کے روکنے کی معلوم نہ ہوئی۔ اور ایسی عالمگیر بیماریوں میں جبتک سلطنت کی طرف سے دستگیری نہ کی جائے عوام کچھ نہیں کر سکتے۔ مگر اب برخلاف اُس زمانہ کے ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہماری مہربان سرکار اپنی عزیز رعایا کے لیے ہماری ڈپوٹیوں کو اپنے ذمہ لیتی ہے۔ معالجوں کو علاج کیلیے اور افسروں کو انتظام کے لیے مہیا فرماتی ہے۔ اور ہماری جانوں کے بچانے کے لیے لاکھوں روپیہ خرچ کرتی ہے۔

”واقعات گذشتہ کے تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ اگر مریض اپنی جگہ کو چھوڑ کر کھلی ہوادار اور دھوپ والے مکان میں چلا جاوے تو ممکن ہے کہ بچ جاوے اور مرض رک جاوے اور ایسے مکان کو رطوبت اور گندگی اور میلے سامان سے پاک و صاف رکھا جاوے۔ مکان کو پاک اور صاف کرنیکی تدبیر یہ ہے۔ اول۔ جس گھر میں یہ مرض پھوٹے اسکو خالی کر دیا جائے۔ دوم۔ اس کے فرش یا زمین کو آگ سے جلا کر سرخ کر دیا جائے۔ پھر تمام مکانوں دافع عفونت و کرم کش ادویہ کی کوچی پھیر دی جاوے جسکی آسان تدبیر یہ ہے کہ رسکپور ایک تولہ بیس سیر پانی میں حل کر کے اسمیں بے بجھایا چونہ ملایا جاوے اور دیواروں پر پھیر دیا جاوے۔

* بھائیو! اگر اس مرض کو ملک سے نکالنا چاہتے ہو تو ان تدبیروں پر عمل کرو۔ اگر اسپر عمل نہ کیا تو ناحق جانیں جاویں گی۔ اور ملک برباد ہوگا۔ جب کبھی تمہارے گھروں سے چوہے اپنے مسکنوں کو چھوڑ کر دیوانہ وار باہر نکلیں یا کثرت سے مرے ہوئے پائے جاویں تو سمجھلو کہ پیش خیمہ مرض طاعون کا آگیا ہے۔ فی الفور اُس مکان کی سکونت ترک کر دو اور چوہوں کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ کسی دستے سے پکڑ کر جلا دو یا دبا دو اگر چوہے کھانے کے ذخیرے میں مرے ہوئے پڑے ملیں تو وہ ذخیرہ تلف کر دو۔ ورنہ خوف ہے کہ جو اس ذخیرہ کے زہریلے غلہ کو کھائے گا اس مرض میں مبتلا ہو جاویگا۔ باشندگان شہر لاہور کو ضرور دل لگا کر میری معروضات کو سننا چاہیے۔ یہ مسئلہ اطبا کے حال و سلف ہیکہ کہنہ شہر خصوصاً جن شہروں کے قریب دریا۔ نہریں جاری ہوں بوجہ مرطوب ہونیکے معدن بلیات ہوتے ہیں۔ خصوصاً وہ مکان جنمیں روشنی نہ پڑے اور نہ تازہ ہوا کا گذر ہو۔ ایسے مکانات کیلگاہ طاعون

---

* رعایت اسباب بیشک ضروری ہے اور ان تجاویز پر عمل کرنا چاہیے۔ مگر سب سے بڑھکر یہ ضروری ہے کہ فسق و فجور کی زندگی چھوڑ کر تجدید توبہ کرو اور اپنے گناہوں کی معافی چاہو اور عصیان اور طغیان کی حالت چھوڑ دو۔ ایڈیٹر

یا اسقدر کہ امراض متعدی کے ہوتے ہیں۔ ایسے مکانات میں اجرام سماویہ کی پرورش ہوتی ہے۔ جو ذرا سی تحریک سے پرواز کر کے حملہ آور ہوتے ہیں۔ ایسے مکانات میں رہنے والے کو طب کی اصطلاح میں مستعد وبا کہا جاتا ہے۔ جو تھوڑی سی بے احتیاطی اور خرابی سے مبتلائے مرض ہو جاتے ہیں۔ علاوہ گندگی اور گنجان آبادی۔ مکان چھوٹے چھوٹے۔ اور وہ بھی دو منزلہ سہ منزلہ۔ ایک ایک کوٹھڑی میں دو دو چار چار آدمی رہنے کے علاوہ کھانا پکاتے اور اسی کے قریب جائے ضرور بھی موجود ہوتا ہے۔ یہ سب سامان برباد کنندۂ صحت اور تحریک کرنیوالے امراض متعدیہ کے ہیں۔ چونکہ اس شہر میں بحیثیت مجموعی تمام نقص جو مضر صحت مندرجہ بالا لکھے گئے ہیں موجود ہیں۔ لہٰذا تمام باشندگان شہر کو ان نقصوں کے دور کرنے کے لیے خود بخود سعی کرنی چاہیے۔ اور اپنی جان بچانے۔ اور ہمسایہ کو ناحق کی زحمت اٹھانے سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ کوئی طاعون سا نامعقول مرض شہر میں نہ گھسنے پائے۔ ورنہ اگر وہ آیا۔ تو اسکا نکالنا بہت مشکل ہو جاوے گا۔

ہماری دوا سے صدہا اس مرض کے بیمار تندرست ہو گئے ہیں۔ دوازدہ مقامات سے جو شخص چاہے مندرجہ ذیل پتہ پر خط لکھے اور بذریعہ وی پی منگا لے ہم محصول بھی اپنی گرہ سے دینگے اور دوا بذریعہ ڈاک بھیجدیں گے۔

راقم حکیم غلام نبی زبدۃ الحکما۔ موچی دروازہ۔ لاہور۔

اطلاع

افریقہ سے ایک صاحب نے ۲۵ روپیہ مولوی نور الدین صاحب کے نام حصص میگزین میں بھیجے تھے جو ماہ جنوری ۱۹۰۲ء میں انکو وصول ہوئے مگر اتفاقاً انکا پتہ گم ہو گیا ہے اس لیے التماس ہے کہ وہ اپنا نام اور پتہ دوبارہ تحریر فرما دیں۔

خاکسار محمد علی سکرٹری انجمن اشاعت الاسلام دار الامان قادیان

حقیقی خوشحالی

حقیقی خوشحالی جس نے انسان کو مذہب کا طالب بنایا ہے بجز اسلام کے اور کسی جگہ نہیں مل سکتی جسوقت اس ضروری سوال پر ہم غور کرتے ہیں کہ کیونکر ہم نہایت خوشحالی سے اس پر فتنہ دنیا سے سفر کر سکتے ہیں تو ہماری روح جو سچے آرام اور کامل خوشی کو چاہتی ہے فوراً یہ جواب دیتی ہے کہ ہماری کامل اور لازوال خوشحالی کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔

اول یہ کہ اس فانی زندگی کے فانی تعلقات میں ہم ایسے اسیر اور مقید نہ ہوں کہ ان کا چھوڑنا ہمارے لیے عذاب الیم ہو۔

دوم۔ یہ کہ ہم درحقیقت خدا تعالےٰ کو ان تمام چیزوں پر مقدم رکھ لیں اور جس طرح ایک شخص بالارادہ سفر کر کے ایک شہر کو چھوڑتا اور دوسرے شہر میں آ جاتا ہے اسی طرح ہم اپنے ارادہ سے دنیا کی زندگی کو چھوڑ دیں اور خدا کے لیے ہر ایک دکھ کو قبول کریں اگر ہم ایسا کریں تو اپنے ہاتھ سے اپنے لیے بہشت کی بنیادی اینٹ رکھیں گے۔

اسلام کیا چیز ہے؟

اس سوال کا مختصر جواب مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ

(۱) **اسلام** یہی ہے کہ ہم اس سفلی زندگی کو کھو دیں اور نابود کر دیں اور ایک اور نئی اور پاک زندگی میں داخل ہو جائیں اور یہ ناممکن ہے کہ جب تک ہمارے تمام قویٰ خدا تعالےٰ کی راہ میں قربان نہ ہو جائیں اسلام پر قدم مارنے سے نئی زندگی ملتی ہے اور وہ انوار و برکات ملتے ہیں جو حیطۂ بیان سے باہر ہیں۔

(۲)۔ خدا پر اور اسکی ذات پر ایمان لانا اور درحقیقت اسی کا ہو جانا یہی راہ ہے جس کا نام اسلام ہے لیکن اس راہ پر وہی قدم مارتا ہے جسکے دل پر اس زندہ خدا کا خوف ایک قوی اثر ڈالتا ہے اکثر لوگ بیہودہ طریقوں پر نجات کے خواہشمند ہوتے ہیں لیکن اسلام وہی طریق نجات بتاتا ہے جو درحقیقت خدا تعالیٰ کیطرف سے ازل سے مقرر ہے اور وہ یہ ہے کہ سچے اعتقاد اور پاک عملوں اور اسکی

رضا میں محو ہونے سے اسکے قرب کے مکان کو تلاش کیا جاوے۔

(۳) پھر اسلام کیا ہے؟ اسلام انسانی صعود اور نزول کی مختلط ترکیب کے نتیجہ کا نام ہے۔ صعود اسکا اللہ تعالےٰ کیطرف ہو اور نزول بنی نوع کی ہمدردی کے لیے۔ یا یوں کہو کہ تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کی ترکیب سے جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے وہ **اسلام** ہے۔

طاعون کا علاج

لاہور کے پادری نارمن نے جب سول ملٹری گزٹ لاہور میں طاعون کے علاج کی یہ تجویز شائع کی کہ تمام ملک کو اسکی بلا خیز ترقی کے روکنے کے لیے ایک روزہ رکھنا چاہیے اور استغفار کرنا چاہیے تو پیسہ اخبار بھی اس مشورہ کے دینے کو آمادہ ہو گیا۔ لیکن جب سب سے اول طاعون کے پنجاب میں آتے ہی ہمارے سید و امام حضرت مسیح موعود نے باعلام الٰہی اس مجرب علاج کیطرف توجہ دلائی تھی تو اس پیسہ اخبار نے ہنسی اڑائی تھی اور دعا اور دوا کے علاج پر استہزا کیا تھا۔ مگر اب آخر اسی راہ پر آنا پڑا۔ بہر حال یہ امر از بس ضروری ہے کہ اہل ملک بیدار ہو جائیں۔ اور اپنے اعمال میں ایک پاک تبدیلی کریں خیرات و صدقات سے کام لیں اور انکار و عصیان کو چھوڑ دیں۔ ان ایام اللہ میں غضب الٰہی سے ڈر جائیں اور خدا کے حضور بھی نیاز مندی کے ساتھ اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔ طاعون خدا کا غضب ہے اور یہ اعمال بد طغیان و عصیان کا نتیجہ ہے اس سبب کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ تو یہ بلا رک سکتی ہے کیونکہ وہ اپنے مامور کو فرما چکا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

شادی فنڈ والوں کو سزا

گجرانوالہ شادی فنڈ والوں کو ملتان میں سزا ہو چکی ہے کیا کوئی قانون دان بزرگ اس امر پر بھی توجہ کر سکتا ہے کہ جن اخباروں میں ایسے دغا باز فنڈوں کے اشتہار شائع ہوتے رہے ہیں ان سے بھی مواخذہ ہونا چاہیے

گورنمنٹ کی توجہ اس امر کیطرف دلانیکے لیے قانون داموں کو اپنی قابلیت کا ثبوت دینا چاہیے

علی گڈہ کالج کے نتیجے

چودہویں صدی ماہ فروری میں کسی ایچ - ایم کے ملیگڈ منٹ دو مرزائیوں کی بات چیت لکھی ہے اس پر ریمارک کرنیکی ہمیں کوئی ضرورت نہیں لیکن اس سے لکھنے والے کے خیالات کا پورا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کثرت ازدواج کے مسئلہ کو کیسی حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے - ایک زبان دراز لیکچرار نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر اسی مسئلہ پر مسلمان کہلا کر شرمناک حملہ کیا تھا اور ایسا ہی علی گڈہ کالج کی نسبت ہیں کا ایچ - ایم - کے جذبات حقارت کے ساتھ اسکو بیان کرتا ہے اور مرزائیوں کا اسکو نشان قرار دیتا ہے ہمکو افسوس ہے کہ مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہو کر اور بنام نہاد مسلمانوں کے کالج میں تعلیم پاکر ایسے بیہودہ خیالات کے لوگ طیار ہوتے ہیں اور اس پر بھی کہتے ہیں کہ کسی مسیح و مہدی کی ضرورت نہیں ہے

دارالامان

۱- حضرت اقدس ع بحمد اللہ مع جمیع ممبران خاندان تندرست ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیام رسانی میں شب و روز مصروف ہیں -
عصمت انبیاء پر ایک پرزور مضمون انگریزی میگزین کے لیے لکھ رہے ہیں -

دارالامان کی صفائی اور اعلیٰ عہدہ داروں کے دورے

جیسا کہ ہم پچھلی اشاعت میں لکھ چکے تھے ۳ر فروری کو صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور کی قادیان میں آمد آمد تھی مگر اس وجہ سے کہ ترنم میں طاعون کی بیماری پھوٹ پڑی ہے صاحب موصوف کو اپنا قادیان کا مقام توڑنا پڑا -
جناب تحصیلدار صاحب بٹالہ انتظام صفائی اور انتظام ڈیرہ صاحب بہادر کے لیے ایک روز پہلے تشریف فرما ہوئے تھے تحصیلدار صاحب باوجودیکہ ہندو ہیں لیکن اپنے حسن اخلاق اور بے تعصب سلوک سے ہندو و مسلمان دونوں میں ہر دلعزیز ہیں اور یہ خوشی کی بات ہے کہ ہماری تحصیل میں ایسا نیک دل شریف تحصیلدار موجود ہے - قادیان کی صفائی کے متعلق صاحب موصوف نے باشندگان قصبہ کی رائے حاصل کر لینے کے بعد قادیان کے نو ٹیفائڈ ایریا قرار دیے جانیکے متعلق موزوں اور مناسب رپورٹ کردی ہے جسکے لیے ہم صاحب موصوف کے از بس شکر گذار ہیں - بٹالہ اور قادیان کے درمیان جو سڑک ہے اس کے متعلق بھی صاحب موصوف کو ہم نے توجہ دلائی ہے جنہوں نے ہمیں اطمینان دلایا ہے کہ وہ پبلک کے مفاد کو ہر طرح مد نظر رکھیں گے -
بہر حال ان ایام وبا میں جبکہ یہ بلا قادیان کے گرد و گرد پہونچ گئی ہے اگرچہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر امید ہے کہ یہ گاؤں جس لحاظ سے کہ اسکا مامور و مرسل اس میں رہتا ہے اس عذاب سے محفوظ رہیگا - لیکن اسکی بے نیازی اور غالب علیٰ امرہٖ کی صفات کو بھی بھولنا نہیں چاہیے - ظاہری اسباب حفظ صحت کے بہ حفظ ما تقدم کے لیے ضروری ہیں ان پر عمل کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیے - گوشت ترکاریاں اور دیگر اشیاء خوردنی جو بغرض بیع قادیان میں فروخت ہوتی ہیں ان پر توجہ کرنیکا تحصیلدار صاحب نے وعدہ فرمایا ہے
۷ر فروری کو صاحب اسسٹنٹ کمشنر ضلع گورداسپور گھوڑے واہ کو جاتے ہوئے اور وہاں سے واپس آتے ہوئے چند منٹ قادیان میں ٹھیرے سرکاری سکول کا معائنہ کیا - صاحب موصوف ایک نیک دل افسر مشہور ہیں اور رعایا کے حقوق پر بہت توجہ کرنیوالے ہیں - ۸ر فروری کو آپ بٹالہ سے چل کر دوپہر کو وہیں پہونچے

بیعت

ابراہیم صاحب معہ زوجہ ولد گلاب صاحب ساکن پھگیاں ضلع ہوشیار پور تعلقہ بلاچور
عزیز خاں صاحب ولد غلام خانصاحب معہ زوجہ خدمتگار راجہ عطا محمد خانصاحب ساکن لودہ امی -
غلام محمد صاحب ولد گلاب الدین صاحب موضع شکار ضلع گورداسپور -
غلام محمد صاحب ولد محمد بخش صاحب کشمیری ساکن تارہ وال ضلع امرتسر
بیاں اسمٰعیل صاحب پٹواری - سیالکوٹ
غلام محمد صاحب - چک اسکندر تحصیل کھاریاں ڈاکخانہ برنالی ضلع گجرات
نور محمد صاحب - مکو وال تحصیل روپڑ ضلع انبالہ
نظام الدین صاحب محمد الدین صاحب عبداللہ صاحب و ابراہیم صاحب ساکن تارہ وال - ضلع امرتسر
جعفر خاں صاحب ولد اللہ بخش خانصاحب ساکن چدن پیہ پرگنہ سعید آباد حال ساکن جنیرما ضلع بھدری -
شیر خاں صاحب ولد نو جدار صاحب موضع ریلو پور ڈاکخانہ سرو دل گاؤ تحصیل بھٹنڈہ ریاست پٹیالہ -
عمر سے شاہ صاحب ولد جہانگیر شاہ صاحب موضع موہن مرزہ تحصیل سوپڑ -
مولا بخش صاحب ولد فتح صاحب ساکن غوث گڑھ ریاست پٹیالہ -
محمد صادق شاہ صاحب نمبردار ولد رودن حال وارد گھنڈی تحصیل و ضلع مظفر آباد ریاست کشمیر
محمد بخش صاحب اپیل نویس صدر سیالکوٹ
سید علی شاہ صاحب ولد سید منور شاہ صاحب سیالکوٹ شہر - اعظم کی مسجد -
نہال شاہ صاحب - مکڑ وال -
میاں بوعتہ صاحب ولد گوہر صاحب - چک سکندر
خواجہ صاحب ولد مولا مراد صاحب
نجابت علی خاں صاحب موضع کریام شناخ باہوں تحصیل نوانشہر ضلع جالندھر -
عادل شاہ صاحب نمرویہ ضلع پشاور
ان کا پتہ بالکل نہیں پڑھا گیا مناسب ہے کہ اپنا پورا

[illegible]

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں میڈیکل کالج کے پروفیسروں - نامور ڈاکٹروں والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے - ضعف بصارت - تاریکی چشم - دھندلا جالا پڑوال - غبار - سبل - سرخی - پھولا - ابتدائی موتیا بند - ناخنہ - پانی جانا - خارش وغیرہ - معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھ کے مریضوں پر اب اس سرمہ کا استعمال کرتے ہیں - چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے اور عینک کے استعمال کرنے کی حاجت نہیں رہتی بچے سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکساں مفید ہے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ عام و خاص اس سرمہ سے فایدہ اٹھاسکیں - قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے مبلغ دو ۲ روپیہ ممیرے کا سفید سرمہ اعلے قسم فی تولہ مبلغ تین ۳ روپیہ ہے خالص ممیرہ قیمتاً مبلغ ۲۰ روپیہ - مصری سرمہ فی تولہ ۴ - خرچ ڈاک بذمہ خریدار -

المشتہر پروفیسر میا سنگھ اہلووالیہ بمقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

ان سرٹیفکٹوں میں سے چند بطور نمونہ درج ہیں

(۱) میں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ ممیرے کا سرمہ جو سردار میا سنگھ اہلووالیہ نے ایجاد کیا ہے بڑی بیش قیمت اور مفید دوا ہے بالخصوص مفصلہ ذیل امراض کے لئے بمنزلہ اکسیر ہے آنکھوں سے پانی کا جانا دھندلا سوزش ہر قسم جسکو عموماً آنکھ آنا کہتے ہیں - جلن اور کمزوری - نظر - ناخنہ باہر اور اندر کی جلی کا زخم اور ان سے پیپ کا گرنا چونکہ اس سرمہ میں کوئی مضر کیمیاوی شے نہیں ہے اس لئے ہر کسی کے لئے اسکا استعمال مفید ہے مفصلات میں جہاں لائق ڈاکٹروں کا ملنا مشکل ہے وہاں ایسی مفید دوا کو ضرور پاس رکھنا چاہیئے اسلئے بلا شک و شبہ میں شفیکیٹ دیتا ہوں کہ مذکورہ بالا امراض کے لئے یہ سرمہ نہایت ضروری مفید ہے ✦

راقم ڈاکٹر ایم - بی - سانگلی صاحب بہادر ایم - ڈی - ایم - ایس - سند یافتہ یونیورسٹی ایڈنبرگ - (انگلینڈ)

امرتسر

(۲) میں بری کی خیر سے سرمہ کو فایدہ بخش اثر کی نسبت شہادت دیتا ہوں کہ جو سردار میا سنگھ صاحب اہلووالیہ نے تیار کیا ہے میں نے اسکا تجربہ اپنی ایک مریضہ مسماۃ ... بعمر ۲۸ سالہ ساکنہ لاہور پر کیا ہے مریضہ مذکورہ کی آنکھوں کی پلکوں میں خورد خورد دانے نکلے ہوئے تھے اس کی آنکھیں عرصہ سے سرخ اور دکھتی ہوئی تھیں ان میں کثرت سے مواد نکلتا تھا اسکی بینائی میں اسقدر نقص آگیا تھا کہ سوئی میں دھاگا بھی نہیں پرو سکتی تھی اور وہ ان اشیا کو جو اس سے تین گز کے فاصلے پر رکھی جاتی تھیں صفائی سے نہیں دیکھ سکتی تھی مریضہ مذکورہ نے تین روز تک سرمہ کا استعمال کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے مرض کو مکمل صحت پائی

راقم خان بہادر ڈاکٹر محمد حسین ایل - ایم ایس - اسسٹنٹ سرجن پنشنر و آنریری مجسٹریٹ لاہور سابق پروفیسر میڈیکل کالج لاہور

(۳) میں نے ممیرے کا سرمہ جو سردار میا سنگھ نے تیار کیا ہے ان مریضوں پر کہ جنکی آنکھیں بہت کمزور اور بیمار تھیں استعمال کرکے دیکھا مفید پایا میری رائے میں خاصکر ان مریضوں کو دائمی طور پر جنکی آنکھوں سے پانی جاری رہتا اور دھندلا دھبا اور کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت ہی مفید ہے

راقم - ڈاکٹر برج لعل گموین اسے بہادر ایل ایم - ایس - اسسٹنٹ سرجن و پروفیسر میڈیکل کالج لاہور - حال آنریری سرجن گورنر جنرل ہند

پانچہزار روپیہ کا انعام

اگر کوئی شخص ممیرے کے سرمہ کی سندات میں سے جو قریب پندرہ ہزار کے ہیں ایک کو بھی فرضی ثابت کر دے تو اسکو مبلغ پانچہزار روپیہ انعام دیا جائے گا جو لاہور کے پنجاب بنک میں اسی مطلب کے لئے مارچ ۱۸۹۸ء میں جمع کیا گیا ہے ✦

[illegible]

انوار احمدیہ پریس قادیان باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر و مالک کے چھپکر شائع ہوا

تلاوۃ قرآن کریم کیلیے اشارات

سورۃ المؤمنون رکوع ۱

دل کے قرآن شریف میں کئی نام ہیں اور وہ اس کے افعال کے لحاظ سے ہیں

اوّل افئدۃ - جب صداقت نہایت مضبوط رنگ میں ہوتی ہے - جیسے ما کذب الفؤاد - دوئم قلب - یقین اور ایمان پیدا ہونے کی جگہ و زینہ فی قلوبکم - سوئم - صدور - فرمانبرداری اور اطاعت کرانیکی قوت - مرکز قوی - افمن شرح اللہ صدرہ چہارم - لُب - جس میں دوام کے لیے علوم جاگزین ہوتے ہیں و ذکریٰ لاولی الالباب -

(الف) اسلام (۱) صدر اگر کمزور ہو تو اسکا علاج یہ ہے کہ غفلت کے مکانات اور مجلسوں کو ترک کرکے غافل نہ ہونے والے لوگوں اور غفلت سے بچانے والی جگہوں میں جاوے (۲) دعا استغفار سے شروع کرکے لاحول پڑھے بعد ازاں سورۃ فاتحہ کی دعا پڑھکر درود شریف پڑھے - (ب) ایمان - ضعف قلب میں اللہ تعالےٰ کے احسانات اور انعامات کو یاد کرکے اُسکے عجائبات قدرت کا مطالعہ کرے اپنی کمزوریوں کو یاد کرے - فؤاد کی ضعف حالت میں جھوٹ اور جھوٹ کے نقصانات کو غور سے دیکھے آیات قرآنی میں تدبر تفکر کرے خصوصاً کذب کے احکام اور کاذبوں کے سوانح کو غور سے دیکھے تو اللہ تعالےٰ اُسکے یقین کو بڑھاتا ہے - ان تینوں مرحلوں کے طے کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ خود اُسے لُب عطا فرماتا ہے -

(ان تینوں مذکورہ بالا عوارض کا علاج)

یحیر - یعنیث یعنی لوگوں کی فریاد رسی کرتا ہے اذا لذھب کل الہ یہ پیشگوئی ہے کہ وہ لوگوں کی ہلاکت کی -

دلچسپ واقعات

زولو عورتیں آٹا چکی میں نہیں پیستی ہیں بلکہ پتھر پر رگڑکر گندم کا آٹا بناتی ہیں -

خرگوش کبھی پانی نہیں پیتا صرف گھاس کی شبنم اُس کے پینے کا ذریعہ ہے -

ہندوستان میں برقی قوت سے آپ چلنے والی گاڑیاں آگئی ہیں اور ناگپور میں ایک کمپنی قائم ہوگئی ہے کہا جاتا ہے کہ گاڑیاں معمولی سڑک پر چل سکتی ہیں بھاپ مٹی کے تیل سے پیدا کی جاتی ہے اور ۱۰ میل کے لیے پانچ یا چھ بوتل کافی ہیں -

یورپ میں مردم شماری کے ساتھ بیگ بھی شمار ہوئے - جیسے فرانس میں فی ہزار ۵۰ - انگلستان میں ۸۰ آیرلنڈ میں ۴۰ جرمنی میں ۳۱ اور سویڈن میں ۱۱ فی ہزار ہیں -

اگر شاہ یا ملکہ انگلستان کسی مقام میں جاکر اپنے دستخط کرنا چاہیں تو انہیں اس مطلب کے لیے وہ قلم دیا جاتا ہے جو اس سے پہلے کبھی مستعمل نہ ہوا ہو اور اس کے بعد بھی مالک مکان اس قلم کو استعمال نہیں کر سکتا جب تک کہ شاہی مہمان عالی مرتبہ اپنے ہاتھ سے وہ قلم اس کے ہاتھ میں نہ دے - شاہی تحریر کے متعلق ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے کہ جو خط شاہ انگلستان کے نام لکھا جاوے وہ اتنے بڑے لفافہ میں ڈالنا چاہیے جس میں اس خط کے دہرے کی ضرورت نہ ہو -

آٹو لطر وغیرہ یورپین منجم ۱۹۰۲ء کو سلطنت انگلستان کے حق میں منحوس بتاتے ہیں خدا کرے انکی پیشگوئیاں غلط ثابت ہوں -

اٹاوہ پنچ

ہم ناظرین الحکم کو اٹاوہ پنچ اٹاوہ کیطرف توجہ دلانا چاہتے ہیں یہ اخبار ہمارے ایک مخلص بھائی احمدی کا اخبار ہے اور وہ بڑی ہمت سے

ہیں کہ وہ بیشی ان مضامین پر بھی بحث کرتا ہے جنکا تعلق احمدی قوم سے ہوتا ہے اس لیے جو لوگ اپنے قومی اخبار وں کی امداد ضروری سمجھتے ہیں اور اخبارات کے مفاد سے آگاہ ہیں وہ اٹاوہ پنچ ضرور خریدیں اور کچھ نہیں تو کم از کم نمونہ ہی منگا کر دیکھیں -

میگزین

میگزین کا پہلا نمبر شائع ہو چکا جسکی اطلاع عرصہ ہوا ناظرین الحکم پڑھ چکے ہیں - دوسرا نمبر ۲۰ فروری کو شائع ہو جاوے گا انشاء اللہ العزیز اردو میگزین کا پہلا نمبر ۲۰ مارچ ۱۹۰۲ء کو شائع ہو گا - جن لوگوں نے ابھی تک خریداری کی درخواستیں نہیں بھیجیں ہیں وہ جلد روانہ کریں تاکہ انکی تعداد طبع کا اندازہ ہو سکے - یہ یاد رکھنا چاہیے کہ میگزین حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے اغراض عالیہ میں سے ہے اسکی خریداری حصص اور خریداری میں شریک ہونا ضروری ہے - مگر جو لوگ الحکم بند کرکے میگزین خریدنا چاہتے ہیں وہ گویا ایک آنکھ پھوڑ کر دوسری کے خواہشمند ہوتے ہیں - میگزین اور الحکم اپنے اپنے رنگ اور کام کے لحاظ سے ہماری قوم کی دو آنکھیں ہیں - جو میگزین کو اس لیے چھوڑتا ہے کہ الحکم کا خریدار ہے وہ بھی یک چشم ہے اور جو الحکم کو چھوڑتا ہے کہ میگزین لے وہ ایک آنکھ پہلے پھوڑنا چاہتا ہے یہ سچ ہے کہ اخراجات یا مالی حالتیں اجازت نہیں دیتی ہیں کہ مزید اخراجات کی متکفل ہوں مگر

خدا خود میسفود نا صر گر ہمت شود پیدا

کلمات طیبات

حضرت امامِ آخر الزمان سلمہ الرحمٰن

سلسلہ کے لیے دیکھو نمبر ۵ جلد ۶

اب عیسائی مذہب کے کن تائیدی نشانوں کو ہم دیکھیں، پچھلوں کا یہ حال ہے اور اب کوئی دکھا نہیں سکتا۔ اس طرح پر اگر مان لینا ہے تو ہندوؤں نے کیا قصور کیا ہے کہ ان کے ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو نہ مانا جاوے اور پرانوں کے قصوں کو تسلیم کیا جاوے۔ دیانند نے ایک جدید طریق نکال کر ہندوؤں کے مذہب پر تو ہاتھ صاف کیا کہ رام کا نام وید میں نہیں ہے مگر خود جو کچھ ویدوں کا خلاصہ پیش کیا وہ بھی ایک گند تھا۔

مذہب کا خلاصہ دو ہی باتیں ہیں

بات اصل میں ہر مذہب کا خلاصہ ان دو ہی باتوں پر آکر ختم ہوتا ہے یعنی حق اللہ اور حق العباد مگر ان دونوں ہی کے متعلق اس نے گند پیش کیا اور اسے وید کی تعلیم کا عطر بتایا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ حق دو ہی ہیں ایک خدا کے حقوق کہ اسے کسطرح پر ماننا چاہیے اور کسطرح اس کی عبادت کرنی چاہیے دوم بندوں کے حقوق یعنی اس کی مخلوق کے ساتھ کیسی ہمدردی اور مواسات کرنی چاہیے۔

دیانند نے اس کے متعلق جو کچھ بتایا ہے وہ پھر بتاؤں گا پہلے یہ ظاہر کر دوں کہ عیسائیوں نے بھی ان دونوں اصولوں میں سخت بیہودگی ظاہر کی ہے۔ حق اللہ تو دیکھ لیا کہ انہوں نے اس خدا کو چھوڑ دیا جو موسیٰ اور دیگر راستبازوں اور پاکیزہ لوگوں پر ظاہر ہوا تھا اور ایک عاجز انسان کو خدا بنا لیا۔ اور حقوق العباد کی وہ مٹی پلید کی کہ کسی طرح پر وہ درست ہونے میں نہیں آتے۔

انجیل کی ساری تعلیم ایک ہی طرف جھکی ہوئی ہے اور انسان کی کل قوتوں کی مربی نہیں ہو سکتی۔ اول تو کفارہ کا مسئلہ مان کر پھر حقوق العباد کے اتلاف سے بچنے کے لیے کوئی وجہ ہی نہیں مل سکتی ہے!

کیونکہ جب یہ مان لیا گیا ہے کہ مسیح کے خون نے گناہوں کی نجاست کو دور کر دیا ہے اور دھو دیا ہے حالانکہ عام طور پر بھی خون سے کوئی نجاست دور نہیں ہو سکتی تو پھر عیسائی بتائیں کہ وہ کونسی بات ہے جو حقیقت میں انہیں روک سکتی ہے کہ وہ دنیا میں فساد نہ کریں۔ اور کیونکر یقین کریں چوری کرنے بیگانہ مال کے لینے ڈاکہ زنی۔ خون کرنے۔ جھوٹی گواہی دینے پر کوئی سزا ملے گی۔ اگر باوجود کفارہ پر ایمان لانے کے بھی گناہ گناہ ہی ہیں تو یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کفارہ کے کیا معنے ہیں۔ اور عیسائیوں نے کیا پایا؟

غرض حقوق العباد کو پورے طور پر ادا کرنے اور بجا لانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف قوتوں کا مالک بنا کر بھیجا اور اس سے منشاء ہی تھا کہ اپنے محل پر ہم ان قوتوں سے کام لیکر نوع انسان کو فائدہ پہنچائیں مگر انجیل کا سارا زور حلم اور نرمی ہی کی قوت پر ہے۔ حالانکہ یہ قوت بعض موقعوں پر زہر قاتل کی تاثیر رکھتی ہے اس لیے ہماری یہ تمدنی زندگی جو مختلف طبائع کے اختلاط اور ترکیب سے بنی ہے اپنی ترکیب اور صورت ہی سے بالطبع یہ تقاضا کرتی ہے کہ ہم اپنے تمام قویٰ کو محل اور موقع پر استعمال کریں۔ لیکن انجیل محل اور موقع شناسی کو تو پس پشت ڈالتی ہے اور اندھا دھند ایک ہی امر کی تعلیم دیتی ہے کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیر دیا کسی صورت میں بھی استثنا ہے اور کرتا مانگنے والے کو چغہ دینے والے آپ نے بھی دیکھے ہیں اور کیا کوئی آدمی جو انجیل کی اس تعلیم کا عاشق زار ہو کبھی گوارا کر سکتا ہے کہ کوئی شریر اور نابکار انسان اس کی بیوی پر حملہ کرے تو وہ لڑکی بھی پیش کر دے؟ ہرگز نہیں۔

جسطرح پر ہم کو اپنے جسم کی صحت اور صلاحیت کے لیے ضرور ہے کہ مختلف قسم کی غذائیں موسم اور فصل کے لحاظ سے کھائیں اور مختلف قسم کے لباس پہنیں ویسی ہی روح کی صلاحیت اور اس کی قوتوں اور خواص کے نشو و نما کے واسطے لازم ہے کہ اسی قاعدہ کو مدنظر رکھیں جسمانی تمدن میں جسطرح پر گرم سرد نرم سخت حرکت و سکون کی رعایت رکھنی ضروری ہے اسی طرح پر روحانی صحت کیلیے مختلف قوتوں کا عطا ہونا ہی صاف دلیل اس امر کی ہے کہ بنی نوع کی بھلائی کے لیے ان سے کام لینا ضروری ہے۔ اور اگر ان مختلف قوتوں کو ہم کام نہیں لیتے یا نہ لینے کی تعلیم دیتے ہیں تو ایک خدا ترس اور غیور انسان کی نگاہ میں ایسا معلم خدا کی توہین کرنے والا ٹھیرے گا کیونکہ وہ اپنے اس طریق سے یہ ثابت کرتا ہے کہ خدا نے یہ قوتیں لغو پیدا کی ہیں پس اگر انجیل ایک ہی قوت پر زور دیتی ہے اور دیتی ہے تو میں آپ سے ہی انصافاً پوچھتا ہوں کہ خدا سے ڈر کر بتائیں کہ یہ خدا کی اس فعل کی ہتک نہیں ہے کہ جس نے مختلف قوتیں اور استعدادیں انسان کی روح میں رکھدی ہیں۔

اگر کوئی عیسائی یہ کہے کہ صرف نرمی اور حلم ہی کی قوت سے ساری قوتوں کا نشو و نما ہو سکتا ہے تو اس کی دانشمندی میں کوئی شک کریگا بحالیکہ خود خدا کی صفات بھی مختلف ہیں اور ان سے مختلف افعال کا صدور ہوتا ہے۔

اور خود کوئی عیسائی پادری ہم نے ایسا نہیں دیکھا کہ مثلاً سردی کے ایام میں بھی گرمی ہی کے لباس سے کام لے اور ویسی غذاؤں پر گذارہ کرے یا ساری عمر ماں ہی کا دودھ پیتا رہے یا بچپن ہی کے چھوٹے چھوٹے کرتے پاجامے پہنا کرے۔ غرض اس قسم کی تعلیم پیش کرتے ہوئے شرم آجاتی ہے اگر ایمان اور خدا کا خوف تھا اگر نرمی اور حلم ہی کافی تھا تو پھر کیا مصیبت پڑی کہ انجیل کے ماننے والوں کو دیوانی فوجداری جرائم کی سزاؤں کے لیے قانون بنانے پڑے اور سیاست اور حکمداری کے آئین کی ضرورت ہوئی ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیرنے والوں کو فوجوں اور پولیس کی کیا ضرورت؟ ذرا خدا کے لیے کوئی غور کرے۔ پس اس اصول نے تمام حقوق العباد پر پانی پھیر دیا ہے جب کہ ساری قوتوں ہی کا خون کر دیا۔

اب اس کے مقابل میں دیکھو کہ اسلام نے کیسی تعلیم دی اور کسطرح پر ساری قوتوں اور طاقتوں کا تکفل فرمایا۔ اسلام نے سب سے اول یہ بتایا ہے کہ کوئی قوت اور طاقت جو انسان کو دی گئی ہے فی نفسہ وہ بری نہیں ہے بلکہ اس کی افراط یا تفریط اور بد استعمال اسے اخلاق ذمیمہ کی ذیل میں داخل کرتا ہے

اور اس کا برمحل اور اعتدال پر استعمال ہی اخلاق ہے یہی وہ اصول ہے جو دوسری قوموں نے نہیں سمجھا اور قرآن نے جسکو بیان کیا ہے اب اس اصول کو مدنظر رکھکر وہ کہتا ہے

جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفی واصلح الآیہ یعنی بدی کی سزا تو اسی قدر بدی ہے لیکن جسنے عفو کیا اور اس عفو میں اصلاح بھی ہو۔ عفو کو تو ضرور رکھا ہے مگر یہ نہیں کہ اس عفو سے شریر اپنی شرارت میں بڑھے یا تمدن اور سیاست کے اصولوں اور انتظام میں کوئی خلل واقع ہو بلکہ ایسے موقعہ پر سزا ضروری ہے۔ عفو اصلاح ہی کی حالت میں روا رکھا گیا ہے اب بتاؤ کہ کیا یہ تعلیم انسانی اخلاق کی متمم اور مکمل ہو سکتی ہے۔ یا نرے طمانچے کھانے۔ قانون قدرت بھی پکار کر اسی کی تائید کرتا ہے اور عملی طور پر بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ انجیل پر عمل کرنا ہے تو پھر آج ساری عدالتیں بند کر دو۔ اور دن کے لیے پولیس اور پہرہ اٹھا دو تو دیکھو کہ انجیل کے ماننے سے کسقدر خون کے دریا بہتے ہیں اور انجیل کی تعلیم اگر ناقص اور ادھوری نہ ہوتی تو سلاطین کو جدید قوانین کیوں بنانے پڑتے۔

غرض یہ حقوق العباد پر انجیل کی تعلیم کا اثر ہے۔

اب میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ دیانند نے جو وید کا خلاصہ ان دونوں اصولوں کے رو سے پیش کیا ہے وہ کیا ہے؟ حق اللہ کے متعلق تو اس نے یہ ظلم کیا ہے کہ مان لیا کہ خدا کسی چیز کا بھی خالق نہیں ہے بلکہ یہ ذرات اور ارواح خود بخود ہی اسکی طرح ہیں وہ صرف ان کا جوڑنے جاڑنے والا ہے جسکو عربی زبان میں مؤلف کہتے ہیں اب اس سے بڑھ کر حق اللہ کا اتلاف اور کیا ہوگا کہ اس کی ساری صفات ہی کو اڑا دیا اور عظیم الشان صفت خالقیت کا رد کر کے انکار کیا گیا۔ جبکہ وہ جوڑنے جاڑنے والا ہی ہے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جاوے کہ وہ ایک وقت مر بھی جاویگا تو اس سے مخلوق پر کیسا اثر پڑ سکتا ہے کیونکہ جب اس نے اسے پیدا ہی نہیں کیا تو وہ اپنے وجود کے بقا اور قیام میں تو قائم بالذات ہیں اسکی ضرورت ہی کیا ہے؟ جوڑنے جاڑنے سے اسکا کوئی حق اور قدرت ثابت نہیں ہوتی جبکہ اجسام اور روحوں میں مختلف قوتیں اتصال اور انفصال کی بھی موجود ہیں۔ روحمیں بڑی بڑی قوتیں ہیں جیسے کشف کی قوت۔ انسانی روح جیسی قوت دکھا سکتا ہے اور کسی کا روح نہیں دکھا سکتا مثلاً گھوڑے یا بیل کا اور اس خصوصیت کو آریہ ان ارواح کو بھی مع ان کی قوتوں اور خواص کے خدا کی مخلوق نہیں سمجھتا۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جب یہ اشیاء اجسام اور ارواح خود بخود قائم بالذات ہیں اور انہیں اتصال اور انفصال کی قوتیں بھی موجود ہیں تو وجود باری پر ان کے وجود کیا دلیل لیجا سکتی ہے۔ کیونکہ جب میں یہ کہتا ہوں کہ یہ لوٹا ایک قدم چل سکتا ہے۔ دوسرے قدم پر اس کے نہ چلنے کی کیا وجہ؟

وجود باری پر دو ہی قسم کے دلائل ہو سکتی ہیں اول تو مصنوع کو دیکھکر صانع کے وجود کی طرف ہم انتقال ذہن کا کرتے ہیں وہ تو یہاں مفقود ہے کیونکہ اس نے کچھ پیدا ہی نہیں کیا۔ کچھ پیدا کیا ہو تو اس سے وجود خالق پر دلیل پیدا کریں اور یا دوسری صورت خوارق اور معجزات کی ہوتی ہے جس سے وجود باری پر زبردست دلائل قائم ہوتی ہیں۔ مگر اسکے لیے دیانند نے اور سب آریوں نے اعتراف کیا ہے کہ وید میں کسی پیشگوئی یا خارق عادت امر کا ذکر نہیں اور معجزہ کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ اب بتاؤ کہ کونسی صورت خدا کی ہستی پر دلیل قائم کرنے کی ان کے عقیدہ کے رو سے رہی اور پھر ان کا ایسا خدا ہے کہ کوئی ساری عمر کتنی ہی محنت و مشقت سے اسکی عبادت کرے مگر انکو ابدی نجات ملے گی ہی نہیں ہمیشہ جونوں کے چکر میں سے چلنا ہوگا۔ کبھی کیڑا مکوڑا اور کبھی کچھ کبھی کچھ بننا ہوگا۔

حقوق العباد کے متعلق اتنا ہی کافی ہے کہ ان میں نیوگ کا مسئلہ موجود ہے کہ اگر ایک عورت کے اپنے خاوند سے اولاد نہ ہوتی ہو۔ تو وہ کسی دوسرے مرد سے ہم بستر ہو کر اولاد پیدا کرے۔ اور کھانے پینے کپڑے اور بستر وغیرہ کے سارے اخراجات اس بیرج داتا کے اس خاوند کے ذمہ ہوں گے جو اپنی عورت کو اس سے اولاد لینے کی اجازت دیتا ہے اس سے بڑھ کر قابل شرم اور کیا بات ہوگی یہ تو مختصر سا نمونہ ہے۔ یہاں قادیان میں پنڈت سومراج ایک مدرس تھا جو آریہ ہے اسکو میں نے ایک جماعت کے روبرو بلایا جسمیں بعض ہندو بھی تھے اور جب اس سے یہ مسئلہ پوچھا تو اس نے کہا ہاں جی کیا مضائقہ ہے۔ اب ہمیں تو اس کے منہ سے یہ سنکر تعجب ہی ہوا۔ دوسرے ہندو رام رام کرنے لگے جنہوں نے سنکر کہا کہ کیوں آپ چاہیے۔ غرض یہ ہے انہیں حقوق العباد کا لحاظ۔

مسٹر عبد الحق صاحب

میں نے آپ کی کتاب آریہ دھرم پڑھی ہے

حضرت مسیح موعود ع م

ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر سچا مذہب اور سچا عقیدہ ان تین نشانوں یعنی تصریح عقل اور تائید سماوی سے شناخت کیا جاتا ہے۔ اور عیسائی مذہب کی بابت میں نے مختلف پہلوؤں سے مختصر طور پر آپکو دکھایا ہے کہ اس معیار پر پورا نہیں اترتا۔ یہودیوں کی کتابوں میں اس تثلیث اور کفارہ کا کوئی پتہ نہیں اور کبھی وہ بیٹے خدا کے منتظر ہی نہ تھے اور عقل دور سے دھکے دیتی ہے۔ نشانات کا یہ حال کہ ایمان داروں کے نشان کا پایا جانا بھی مشکل ہے۔ ایک بار فتح مسیح نام ایک عیسائی نے کہا تھا کہ مجھے الہام ہوتا ہے میں نے جب اسے کہا کہ تو پیشگوئی کر تو گھبرا گیا اور مجھے کہا کہ ایک مضمون بند لفافہ میں لکھا جاوے اور آپ اس کا مضمون بتا دیں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے اطلاع دی کہ تو اسکو قبول کر۔ تب میں نے اسکو بھی قبول کر لیا۔ تو کئی سو آدمیوں کے مجمع میں آخر پادری واٹ بریگیٹ نے کہا کہ یہ فتح مسیح جھوٹا ہے۔ غرض حق ایک ایسی چیز ہے کہ اپنے ساتھ معقول اور عقل کی شہادت کے علاوہ نور کی شہادت بھی رکھتا ہے اور یہ شہادت سب سے بڑھ کر ہوتی ہے اور یہی ایک نشان مذہب کی زندگی کا ہے۔ کیونکہ جو مذہب زندہ خدا کیطرف سے ہے اس میں ہمیشہ زندگی کی روح کا پایا جانا ضرور ہے تا اس کے زندہ خدا سے تعلق ہونے پر ایک روشن نشان ہو۔ مگر عیسائیوں میں

یہ ہرگز نہیں ہے حالانکہ اس زمانہ میں جو سائنس اور ترقی کا زمانہ کہلاتا ہے ایسے خارق عادت نشانوں کی بڑی بھاری ضرورت ہے جو خدا تعالیٰ کے ہستی پر دلائل ہوں اب اس وقت اگر کوئی عیسائی مسیح کے گذشتہ معجزات جنکی ساری رونق تالاب کی تاثیر دور کر دیتی ہے سنا کر اس کی خدائی منوانا چاہے تو اسکے لیے لازمی بات ہے کہ وہ خود کوئی کرشمہ دکھلائے ورنہ آج کوئی منطق یا فلسفہ ایسا نہیں ہے جو ایسے انسان کی خدائی ثابت کر دکھائے جو ساری رات روتا رہے اور اس کی دعا بھی قبول نہ ہو۔ اور جسکی زندگی کے واقعات نے اسے ایک ادنیٰ درجہ کا انسان ثابت کیا ہو۔ پس میں دعویٰ سے کہتا ہوں اور خدا تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ میں اسمیں سچا ہوں اور تجربہ اور نشانات کی ایک کثیر تعداد نے میری سچائی کو روشن کر دیا ہے کہ اگر یسوع مسیح ہی زندہ خدا ہے اور وہ اپنے صلیب پرداروں کی نجات کا باعث ہوا ہے؟ خدا انکی دعاؤں کو قبول کرتا ہے یا وجودیکہ انکی خود دعا قبول نہیں ہوئی ہے؟ تو کسی پادری یا راہب کو میرے مقابلہ پر پیش کرو۔ کہ وہ یسوع مسیح سے مدد اور توفیق پاکر کوئی خارق عادت نشان دکھائے۔ میں اب میدان میں کھڑا ہوں اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں اپنے خدا کو دیکھتا ہوں وہ ہر وقت میرے سامنے اور میرے ساتھ ہے میں پکار کر کہتا ہوں مسیح کو مجھ پر زیادت نہیں کیونکہ میں

نور محمدی کا قائم مقام ہوں

جو ہمیشہ اپنی روشنی سے زندگی کا نشان قائم کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کس چیز کی ضرورت ہو سکتی ہے یہ تسلی پانے کے لیے اور زندہ خدا کو دیکھنے کے لیے ہمیشہ روح میں ایک تڑپ اور پیاس ہے اور اسکی تسلی آسمانی تائیدوں اور نشانوں کے بغیر ممکن نہیں؟ اور میں دعویٰ کر کہتا ہوں کہ عیسائیوں میں یہ خدا اور زندگی نہیں ہے بلکہ یہ حق اور زندگی میرے پاس ہے میں ۲۰ برس سے اشتہار دے رہا ہوں اور تعجب کی بات ہے کہ کوئی عیسائی پادری مقابلہ پر نہیں آتا۔ اگر ان کے پاس نشانات ہیں تو وہ کیوں انجیل کے جلال کے لیے پیش نہیں کرتے۔ ایک بار میں نے ۱۶ ہزار اشتہار انگریزی اردو میں چھاپ کر تقسیم کیے جنمیں سے اب بھی کچھ ہمارے دفتر میں ہوں گے مگر ایک بھی نہ اُٹھا جو یسوع کی خدائی کا کرشمہ دکھاتا۔ اور اس بت کی حمایت کرتا اصل میں وہاں کچھ ہے ہی نہیں کوئی پیش کیا کرے مختصر یہ کہ حق کی شناخت کے لیے یہ تین ہی ذریعے ہیں اور عیسائی مذہب میں تینوں مفقود ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ آپکو اچھا موقع ملگیا ہے اور آپ یہاں آگئے ہیں ان تقریروں کی ترتیب سے بہت فائدہ ہوگا آپ انکو خوب غور سے سن لیا کریں اور پھر جب آپکو اسمیں کچھ کلام باقی نہ ہو تو اسپر دستخط کر دیا کریں۔ تاکہ ہمارا یہ وقت رائیگاں نہ جاوے اور سودمند ثابت ہو۔ سراج الدین کے لیے جو وقت ہمنے دیا اگر اسطرح پر تقریر لکھی جاتی تو ایک حجت رہتی۔ اسنے اپنے عمل سے دوسروں کو بھی بدظنی کا موقع دیا۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک شخص جب ایک جگہ سچائی کو چھوڑتا ہے وہ دوسری جگہ سچائی سے کیونکر پیار کر سکتا ہے۔

مسٹر عبد الحق

ہاں مجھے دستخط کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے اور میرا اسمیں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود

بات یہ ہے کہ ساری جرأت دل کی پاکیزگی سے پیدا ہوتی ہے اگر دل صاف ہے تو اسے کوئی بات روک نہیں سکتی

مسٹر عبد الحق

میں نے جب یہاں آنے کا ارادہ کیا تو ایک عیسائی سے ذکر کیا تو اس نے آپکو گالی دی اور مجھے یہ ناگوار معلوم ہوا میں نے کہا کہ یہ تو بری بات ہے گالی دینے کے کیا معنے ہیں میں نے کہا کہ وہ ہمارا دشمن ہے میں نے کہا کہ انجیل میں تو لکھا ہے کہ دشمنوں سے پیار کرو۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ دشمنوں کو گالیاں دو۔ (ایڈیٹر۔ مسٹر عبد الحق! آپ کا خیال تو بہت ہی قابل قدر ہے۔ مگر مجھے شبہ گذرتا ہے کہ آپنے کہیں یسوع صاحب کی سنت پر عمل کیا ہو کیونکہ وہ تو سانپوں اور سانپ کے بچو اور ریاکارو! حرامزادے وغیرہ الفاظ استعمال کیا کرتے تھے اور تعجب ہے کہ پھر انکی خدائی مخلوق سے منوانا چاہتے ہیں۔)

پھر میں نے مسٹر سراج الدین سے اس کا ذکر کیا انھوں نے بھی اسکو اچھا نہ سمجھا بعض آریوں کی حالت یہاں تک پہونچی ہوئی ہے۔

حضرت مسیح موعود

گالیاں دیتے ہیں انکی تو مجھے کچھ بھی پروا نہیں ہے۔ بہت سے خطوط گالیوں کے آتے ہیں جنکا مجھے محصول بھی دینا پڑتا ہے اور رکھو تو ہوں تو گالیاں ہوتی ہیں اشتہاروں میں گالیاں دی جاتی ہیں اور اب تو کھلے لفافوں پر گالیاں لکھکر بھیجتے ہیں۔ مگر ان باتوں سے کیا ہوتا ہے اور خدا کا نور کہیں بجھ سکتا ہے ہمیشہ نبیوں اور راستبازوں کے ساتھ ناشکروں نے یہی سلوک کیا ہم تو مسیح کے نقش قدم پر آئے ہیں مسیح ناصری کے ساتھ کیا ہوا؟ اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہوا۔ اتنک ناپاک طبع لوگ گالیاں دیتے ہیں مگر میں تو بنی نوع انسان کا حقیقی خیر خواہ ہوں جو مجھے دشمن سمجھتا ہے وہ خود اپنی جان کا دشمن ہے۔

(ایڈیٹر صدقت یا رسول اللہ ولله درک حیث قلت

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے)

اتنے میں مکان کے قریب پہونچ گئے اور حضرت نے پھر فرمایا کہ آپ مہمان ہیں آپکو جس چیز کی تکلیف ہو مجھے بے تکلف کہیں کیونکہ میں تو اندر رہتا ہوں اور مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ کسکو کیا ضرورت ہے اور آجکل مہمانوں کی کثرت کیوجہ سے بعض اوقات خادم بھی غفلت کر سکتے ہیں آپ اگر زبانی کہنا پسند نہ کریں تو مجھے لکھکر بھیجدیا کریں۔ مہمان نوازی تو میرا فرض ہے (کیوں نہ ہو اے خدا کے صادق! تجھے خود خدا نے کہا کہ تو ملاقاتوں سے نہ

خطبہ

جو ۳۱- جنوری سنہ ۱۹۰۲ء کو حضرت حکیم الامت نے پڑھا

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ آہ

یہ ایک مختصر اور چھوٹی سی سورۃ قرآن شریف کے آخری حصہ میں ہے مسلمانوں کے بچے علی العموم نمازوں میں اسے پڑھتے ہیں۔ اس پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے اور اسکی جناب میں قدم صدق پیدا کرنیکے لیے اور اپنی عزت و آبرو کو دنیا و آخرۃ میں بڑھانے کے واسطے انسان کو مختلف اوقات میں مختلف موقعے ملتے ہیں ایک وہ وقت ہوتا ہے کہ جب دنیا میں اندھیر ہوتا ہے اور ہر قسم کی غلطیاں اور غلط کاریاں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں خدا کی ذات پر شکوک اسمار آلہیہ میں شبہات افعال اللہ سے بے اعتنائی اور مسابقت فی الخیرات میں غفلت پھیل جاتی ہے اور ساری دنیا پر غفلت کی تاریکی چھا جاتی ہے اسوقت اللہ تعالےٰ کیطرف سے اسکا کوئی برگزیدہ بندہ اہل دنیا کو خواب غفلت سے بیدار کرنے اور اپنے مولیٰ کی عظمت و جبروت دکھانے اسمار آلہیہ و افعال اللہ سے آگاہی بخشنے کے واسطے آتا ہے تو ایک کمزور انسان تو ساری دنیا کو دیکھتا ہے کہ کس رنگ میں رنگین اور کس دھن میں لگی ہوئی ہے اور اس مامور کیطرف دیکھتا ہے کہ وہ سب سے الگ اور سب کے خلاف کہتا ہے۔ کل دنیا کے چال چلن پر اعتراض کرتا ہے۔ کسی کے عقائد کی پروا کرتا ہے نہ اعمال کا لحاظ صاف کہتا ہے کہ تم بے ایمان ہو اور نہ صرف تم بلکہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ سارے دریاؤں جنگلوں بیابانوں پہاڑوں اور سمندروں اور جزائر غرض ہر حصہ دنیا پر فساد چھا ہوا ہے۔ تمہارے عقاید صحیح نہیں۔ اعمال درست نہیں۔ علم بودے ہیں اعمال ناپسند ہیں۔ قویٰ اللہ تعالےٰ سے دور ہو کر کمزور ہو چکے ہیں کیوں؟

بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ

تمہاری اپنی ہی کرتوتوں سے۔ پھر کہتا ہے دیکھو میں ایک ہی شخص ہوں اور اسلیے آیا ہوں کہ لِيُذِيقَ النَّاسَ وَبَالَ اَمْرِهِمْ لوگوں کو ان کی بد کرتوتوں کا مزہ چکھا دیا جاوے بہت سی مخلوق اسوقت ایسی ہوتی ہے کہ ان کے عدم اور وجود کو برابر سمجھتی ہے اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ بالکل غفلت ہی میں سوتے ہیں انھیں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے اور کچھ مقابلہ و انکار پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ اپنی عظمت و جبروت دکھانا چاہتا ہے وہ ان لوگوں کے مقابلہ میں جو مال و دولت کنبہ اور دستوں کے لحاظ سے بہت ہی کمزور اور ضعیف ہوتے ہیں بڑے بڑے رؤسا اور اہل تدبیر لوگوں کے مقابلہ میں ان کی کچھ ہستی ہی نہیں ہوتی۔ یہ اس مامور کے ساتھ ہو لیتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یعنی ضعفا سب سے پہلے ماننے والے کیوں ہوتے ہیں؟ اسلیے کہ اگر وہ اہل دول مان لیں تو ممکن ہے خود ہی کہدیں کہ ہمارے ایمان لانیکا نتیجہ کیا ہوا؟ دولت کو دیکھتے ہیں املاک پر نگاہ کرتے ہیں اپنے اعوان و انصار کو دیکھتے ہیں تو ہر بات میں اپنے آپکو کمال تک پہونچا ہوا دیکھتے ہیں اسلیے خدا کی عظمت و جبروت اور ربوبیت کا ان کو علم نہیں آ سکتا لیکن جب ان ضعفا کو جو دنیوی اور مادی اسباب کے لحاظ سے تباہ ہونے کے قابل ہوں عظیم الشان انسان بنا دے اور ان رؤسا اور اہل دول کو ان کے سامنے تباہ اور ہلاک کر دے تو اسکی عظمت و جلال کی چمکار صاف نظر آتی ہے غرض یہ سر ہوتا ہے کہ اول ضعفا ہی ایمان لاتے ہیں۔

اس دنیا کے وقت جبکہ ہر طرف سے شور مخالفت بلند ہوتا ہے خصوصاً بڑے لوگ سخت مخالفت پر اٹھے ہوئے ہوتے ہیں کچھ آدمی ہوتے ہیں جنکو اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے چن لیتا ہے اور وہ اس راستباز کی اطاعت کو نجات کے لیے غنیمت اور مرنے کے بعد قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں + اور بہت سے مخالفت کے لیے اٹھتے ہیں جو اپنی مخالفت کو انتہا تک پہونچاتے ہیں نتیجہ کہ اللہ تعالےٰ کی نصرت اور مدد آجاتی ہے اور زمین سے آسمان سے ایسی باتیں ہو غرض ہر طرف سے نصرت آتی ہے اور ایک جماعت طیار ہونے لگتی ہے اسوقت وہ لوگ جو بالکل غفلت میں ہوتے ہیں اور وہ بھی جو پہلے عدم وجود مساوی سمجھتے ہیں آ آ کر شامل ہونے لگتے ہیں اور وہ لوگ جو سب سے پہلے ضعف و ناتوانی اور مخالفت شدیدہ کی حالت میں آکر شریک ہوتے ہیں ان کا نام سابقین اولین۔ مہاجرین اور انصار رکھا گیا۔ مگر ایسے فتوحات اور نصرتوں کے وقت جو آکر شریک ہوے ان کا نام ناس رکھا ہے۔ اور دیکھو جو پودا اللہ تعالیٰ لگاتا ہے اسکی حفاظت بھی فرماتا ہے یہانتک کہ وہ دنیا کو اپنا پھل دینے لگتا ہے لیکن جو پودا احکم الحاکمین کے خلاف اسکے منشا کے موافق نہو اسکی خواہ کتنی ہی حفاظت کی جاوے وہ آخر خشک ہو کر تباہ ہو جاتا ہے اور ایندھن کی جگہ جلایا جاتا ہے۔ پس وہ لوگ بہت ہی خوش قسمت ہیں جنکو عاقبت اندیشی کا فضل عطا کیا جاتا ہے۔

اس سورہ شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انجام کو ظاہر کرکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ** اللہ کی تسبیح کرو۔ اسکی ستایش اور حمد کرو اور اس سے حفاظت طلب کرو۔ **استغفار** یا حفاظت الٰہی طلب کرنا ایک عظیم الشان سر ہے انسان کی عقل تمام ذرات عالم کی محیط نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ موجودہ ضروریات کو سمجھ بھی لے تو آئندہ کے لیے کوئی فتویٰ نہیں دے سکتی۔ اسوقت ہم کپڑے پہنے بیٹھے ہیں لیکن اگر اللہ تعالےٰ ہی کی حفاظت اور فضل کے نیچے نہوں اور محرقہ ہو جاوے تو یہ کپڑے جو اسوقت آرام دہ اور خوش آیند معلوم ہوتے ہیں ناگوار خاطر ہو کر موذی اور مخالف طبع ہو جاویں۔ اور وبال جان سمجھکر انکو اتار دیا جاوے پس انسان کے علم کی تو یہ حد اور غایت ہے کہ ایک وقت ایک چیز کو ضروری سمجھتا ہے اور دوسرے وقت اسے غیر ضروری قرار دیتا ہے اگر اسے

یہ علم ہو کہ سال کے بعد اسے کیا ضرورت ہوگی؟ مرنے کے بعد کیا ضرورتیں پیش آئینگی؟ تو البتہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ بہت کچھ انتظام کرے لیکن جب کہ قدم قدم پر اپنی لاعلمی کے باعث ٹھوکریں کھاتا ہے پھر حفاظت الٰہی کی ضرورت نہ سمجھنا کیسی نادانی اور حماقت ہے۔ یہ صرف علم ہی تک بات محدود نہیں رہتی دوسرا مرحلہ تصرفات عالم کا ہے وہ اسکو مطلق نہیں ملے ذرہ پر اسے کوئی تصرف و اختیار نہیں غرض ایک بےعلمی اور بے بسی تو ساتھ تھی ہی پھر یہ غلطیاں ظلمت کا موجب ہو جاتی ہیں۔

انسان جب اولاً گناہ کرتا ہے تو ابتدا میں دلیر نہیں ہوتا ہے پھر وہ امر بڑھ جاتا ہے اور زنگ کہلاتا ہے اس کے بعد مہر لگ جاتی ہے یہ چھاپا مضبوط ہو جاتا ہے۔ قفل لگ جاتا ہے۔ پھر یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ نیکی سے پیار اور نیکی سے نفرت کرتا ہے خیر کی تحریک ہی قلب سے اٹھ جاتی ہے اسکا ظہور ایسا ہوتا ہے کہ خیر و برکت والی جانوں سے نفرت ہو جاتی ہے یا تو انکے حضور آنے ہی کا موقعہ نہیں ملتا یا موقع تو ملتا ہے لیکن انتفاع کی توفیق نہیں پاتا۔ رفتہ رفتہ اسے بُعد ملائکہ سے دوری اور پھر وہ لوگ جنکا تعلق ملائکہ سے ہوتا ہے ان سے بُعد ہو کر کٹ جاتا ہے اسلیے ہر ایک عقلمند کا فرض ہے کہ وہ توبہ کرے اور عوذ کرے بہت سے مریض ایسے دیکھے ہیں جنکو میٹھا تلخ معلوم دیتا ہے اور تلخ چیزیں لذیذ معلوم ہوتے ہیں۔ کسی نے مجھ سے ملذذ نسخہ مانگا میں نے اسے صبر۔ کیلہ۔ شہد ملا کر دیا اُسنے کہا کہ بڑا ملذذ ہے۔ یہ نتیجہ ہوتا ہے انسان کے معاصی کا۔ ان کی بصر اور بصیرت جاتی رہتی ہے اور انکی آنکھیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے چہروں پر نگاہ کرکے اہل بصر انہیں اسی طرح دیکھتے ہیں جیسے سانپ۔ بندر۔ خنزیر کو دیکھتے ہیں۔

اسلیے مومن کو چاہیے کہ خدا کی حمد اور تسبیح کرتا رہے اور اسی سے حفاظت طلب کرتا رہے۔ جیسے ایمان ہر نیکی کے مجموعہ کا نام ہے اسی طرح ہر بُرائی کا مجموعہ کفر کہلاتا ہے۔ ان کے ادنیٰ اور اوسط اور اعلیٰ تین درجے ہیں پس امید و بیم۔ تسبیح و حمد میں قدم آگے بڑھاؤ۔ اور اسی سے حفاظت طلب کرو۔

عوذ کرو۔ حفاظت طلب کرنے کا حکم اُس عظیم الشان کو ہوتا ہے جو خاتم الانبیاء اصفی الاصفیاء سید ولد آدم ہے صلے اللہ علیہ وسلم تو پھر اور کون ہے جو طلب حفاظت سے مستغنی ہو سکتا ہے۔

مایوس اور ناامید مت ہو۔ ہر کمزوری۔ غلطی۔ بغاوت کے لیے دعا سے کام لو۔ دعا سے مت تھکو۔ یہ دھوکا مت کھاؤ جو بعض ناعاقبت اندیش کہتے ہیں کہ انسان ایک کمزور ہستی ہے خدا اسکو سزا دیکر کیا کرے گا۔ انھوں نے رحمت کے بیان میں غلو کیا ہے کیا وہ اس نظارہ کو نہیں دیکھتے کہ یہاں بعض کو رنج اور تکلیف پہونچتی ہے پس بعد الموت عذاب نہ پہنچنے کی ان کے پاس کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ یہ غلط راہ ہے جو انسان کو کمزور اور سُست بنا دیتی ہے بعض نے اس کو حد درجہ تک پہونچا دیا ہے کہ بدیاں حد سے بڑھ گئی ہیں اب بچنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ استغفار اس سے زیادہ نہیں کہ زہر کھا کر کلی کرلی۔ یہ بھی سخت غلطی ہے **استغفار** انبیا کا اجماعی مسئلہ ہے۔ اسمیں گناہ کے زہر کا تریاق ہے۔ پس استغفار کو کسی حال میں مت چھوڑو۔ پھر آخر میں کہتا ہوں کہ نبی کریم سے بڑھ کر کون ہے وہ اخشی للہ۔ اتقی للہ۔ اعلم باللہ۔ انسان تھا صلے اللہ علیہ وسلم پس جب اسکو استغفار کا حکم ہوتا ہے تو دوسرے لاابالی کہنے والے کیونکر ہو سکتے ہیں پس جنھوں نے ابتک اسوقت کے امام راستباز کے ماننے کے لیے قدم نہیں اُٹھایا اور دعا میں ہیں وہ استغفار سے کام لیں کہ انپر سچائی کی راہ کھلے اور جنھوں نے خدا کے فضل سے اسے مان لیا ہے وہ استغفار کریں تاکہ آئندہ کے لیے معاصی اور کسی لغزش کے ارتکاب سے بچیں۔ اور حفاظت الٰہی کے نیچے رہیں۔

جن لوگوں نے پچھلے حساب کے وی پی واپس کئے ہیں ۱۴ / فروری تک اگر ان کے بقایا وصول نہوئے تو ۱۴ / فروری کے الحکم میں ان کے نام شایع ہونگے

یسُوع مسیح مرقومہ بشپ صاحب لاہور

پر

ریویو

نمبر اوّل

مندرجہ بالا عنوان سے عیسائیوں کے جدید ماہواری رسالہ **ترقی** میں لاہوری بشپ صاحب نے ایک چھوٹا سا آرٹکل لکھا ہے جس پر ہم ریویو کرنا چاہتے ہیں۔ لاہوری بشپ صاحب سے غالباً ہمارے ناظرین ضرور واقف ہونگے تاہم مزید تعارف کے لیے ہم پھر لکھ دیتے ہیں کہ یہ وہی بزرگ ہیں جنھوں نے گذشتہ سے پیوستہ سال میں حضرت **مسیح موعود** ع کے مقابلہ میں آنے سے انکار کیا تھا۔ باوجودیکہ بعض انگریزی اخبارات نے بھی بشپ صاحب کو **حضرت مسیح موعود** ع کی دعوت قبول کرنے کی تحریک کی تھی کہ وہ اپنی علمی اور عملی قابلیت کے جوہر اب دکھائیں مگر بشپ صاحب نے کلیسیا کی اندرونی ترمیم و اصلاح اپنا کام قرار دیکر مقابلہ کے اس تلخ پیالہ کو ٹالا تھا۔ پھر ہمیں ترقی میں انکا یہ آرٹکل دیکھکر افسوس ہوا۔ کہ ایک طرف تو وہ پبلک کے سامنے **مذہبی پلیٹ فارم** پر آنا بھی چاہتے ہیں اور دوسری طرف جب انھیں احقاق حق کی دعوت کی جاوے تو پھر اندرونی اصلاح کے عذر سے خانہ نشین ہو کر بزبان حال کہتے ہیں۔

قہر درویش برجان درویش۔ کہ درون خانہ آئی

بہرحال اب جب وہ اس آرٹکل کے ذریعہ پھر پبلک میں نکلے ہیں تو ہم اس آرٹکل کے ذریعہ **بشپ صاحب** سے پرانی راہ و رسم کی بناء پر تجدید ملاقات کرتے ہیں۔ کیونکہ جن دنوں (غالباً ۱۸۹۲ء) روز لیفرای نے دہلی سے تبلیغ عیسویت کے لیے لاہور آکر رنگ محل میں تین لیکچر دیے تھے اور یہ بات انھیں اور لاہور کی پبلک کو خوب معلوم ہے اسوقت بھی **ایڈیٹر الحکم** نے جو

ایک طالب العلم کی حیثیت رکھتا تھا پادری صاحب کے لیکچروں پر تقریری ریویو کیا تھا اور کئی ہزار آدمیوں کے مجمع میں موجود بشپ صاحب کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کی تھی جسمیں آخر موجود بشپ صاحب کو ماننا پڑا تھا کہ اس سلسلہ سے ہم بحث نہیں کر سکتے

اب جبکہ پادری صاحب بشپ کی حیثیت سے پبلک کے سامنے آتے ہیں تو کیوں ہم اس ملاقات دیرینہ کو مدنظر رکھکر اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے بشپ صاحب کے اس آرٹکل کی حقیقت کو نہ کھولیں

بشپ صاحب کا یہ مضمون یوحنا کی انجیل کے پندرھویں باب کی پانچویں اور ساتویں آیت پر مبنی ہے۔ جو یہ ہیں "میں انگور کا درخت ہوں تم ڈالیاں ہو جو مجھمیں قائم رہتا ہے اور میں اسمیں وہی پھل لاتا ہے کیونکہ مجھ سے جدا ہو کر تم کچھ نہیں کر سکتے اگر کوئی مجھمیں قائم نہ رہے تو وہ ڈالی کی طرح پھینک دیا جاتا۔ اور سوکھ جاتا ہے اگر تم مجھمیں قائم رہو اور میری باتیں تم میں قائم رہیں تو جو چاہو مانگو تمکو ملے گا"

اس مضمون کے ہم دو حصے کرتے ہیں پہلے حصہ میں جو خصوصیت بشپ صاحب مسیح میں دکھانا چاہتے ہیں اسکو توڑ کر دکھلاتے ہیں دوسرے حصہ میں انشاء اللہ تعالے یہ دکھائیں گے کہ کامل انسان حضرت سید الانبیا محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات جامع صفات ہے جسکی خصوصیت کو دوسرا کوئی نہیں پہونچ سکتا۔ اسمیں حضرت مسیح کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کر کے دکھائیں گے۔ بقول بشپ صاحب ان آیتوں میں اس خصوصیت کا ذکر ہے جو مسیحی مذہب کا دار و مدار ہے۔ اور چونکہ انھوں نے ہر شخص کا فرض ٹھیرایا ہے "کہ اسپر غور کرے اور بڑی سعی و کوشش کے ساتھ خدا کی پاک روح کی ہدایت مانگ کے اسکو سچا ٹھیرائے۔ اور دل سے قبول کرے یا غلط ثابت کر کے رد کرے"

اسلیے بشپ صاحب کی اس وصیت پر ہم عمل کرتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ خصوصیت جسپر بقول بشپ صاحب مسیحی مذہب کا مدار ہے مسیحیت کے لحاظ سے بیہودہ تھی

سنت اللہ کے خلاف اور اللہ تعالی کے جلال اور عظمت کے منافی یسوع مسیح کی عدم معرفت کی دلیل ہے۔ اور اگر یہی عیسویت کا مدار ہے تو ناظرین خود اندازہ کر لیں کہ اسمیں کیا ہے؟ اور ہم بشپ صاحب کو اسی خصوصیت کا جو وہ اس آیت میں سمجھتے ہیں واسطہ دیتے ہیں کہ وہ اس ریویو کو ضرور غور سے پڑھیں اور کوئی جواب ان کے پاس ہو تو دیں۔

انجیل کی انگوری تمثیلوں کو پڑھ پڑھ کر ہمیں بارہا حیرت ہوئی ہے مگر آج یہ عقدہ کھلتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ یسوع کو چونکہ شراب سے بڑی محبت تھی اور انجیل سے پایا جاتا ہے کہ سب سے پہلا معجزہ بھی قانائے گلیل میں مے سازی کا یسوع صاحب نے دکھایا تھا (دیکھو یوحنا باب ۲) اور انگور کا شیرہ انکو آسمان پر جا کر بھی نہیں بھولا۔ عشاء ربانی میں بھی شراب ہی میں روح پھونک دی یہ سب انجیلی واقعات ان انگوری تمثیلوں کی حقیقت کو خوب کھولتے ہیں جنپر بقول بشپ صاحب بہادر عیسائی مذہب کا مدار ہے۔ غالباً رشید شاگردوں نے ان انگوری تمثیلوں اور یسوعی معجزہ شراب کی یادگار اور عشاء ربانی کی حرمت اور تعظیم کی خاطر ہی شراب نوشی میں یہ ترقی کی کہ لنڈن کے مے فروشوں کی دوکانیں مستقیم لائن میں رکھنے سے ۷۵ میل تک چلی جاتی ہیں اور جو غالباً سبت کے دن بھی بند نہیں ہو سکتی ہیں۔ اگر یہی خصوصیت اور یہی عیسویت کا ستون ہے تو بشپ صاحب کی نکتہ رسی قابل تعریف ہے۔ لیکن سب سے قابل غور امر تو یہ ہے کہ یسوع نے اپنے حقیقی پیوند اور اپنی باتوں کے قیام اور زندہ رہنے کا جو نشان اسمیں بتایا ہے وہ تو یہی نقطہ ہے جو چاہو مانگو تمکو ملے گا عیسائیوں کے لیے فخر اور ناز کا مقام ہوتا اگر اس اصول پر بشپ صاحب نے اپنے عہدہ کی حیثیت سے اپنے وسیع معلومات سے اس کی فلسفی بیان کی ہوتی یا اپنے تقدس کی بنا پر اپنے وجود کو یسوع کی اس تعلیم کی تصدیق کے لیے پیش کیا ہوتا۔

اگر بشپ صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں عیسویت کی زندگی اور یسوع کے زندہ رسول ہونے اور موجودہ انجیل کو زندہ کتاب ثابت نہ کر سکے تھے تو ابھی ہمیں متوقع تھا کہ اس آیت کی تفسیر میں کوئی اعجازی نمونہ پیش کر دیتے۔

ہم پبلک پر انصاف چھوڑ دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ کیا یسوع کے یہ الفاظ کہ "اگر تم مجھمیں قائم رہو اور میری باتیں تم میں قائم رہیں تو جو چاہو مانگو تمکو ملے گا" انجیل کی زندگی۔ عیسویت کی زندگی کے لیے معیار ناطق نہیں؟ پھر اگر اب کوئی عیسائی خواہ وہ ادنی درجہ کا کرسچن ہو یا بشپ اور اس سے بھی بڑھ کر بطریق اعظم جو چاہو مانگو تمکو ملے گا کا نشان نہیں دکھا سکتا تو کیا اسکا لازمی نتیجہ یہ نہیں کہ یسوع سے تعلق رکھنے والے اس میں قائم نہیں اور اسکی باتیں ان میں موجود نہیں؟۔

عیسائی اب کتنے ہی ہاتھ پیر ماریں لیکن اگر انجیل کی یہ آیت سچی ہے اور بقول بشپ صاحب عیسویت کا مدار اسی پر ہے اور دوسرے مذاہب سے عیسویت کو جدا کرنیوالی یہی آیت ہے تو پھر سب سے پہلے بشپ صاحب ہی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے عملی نمونہ سے اسکی سچائی ظاہر کریں ورنہ یاد رکھیں کہ عیسویت کی کج دیوار گر کر اپنے مرکز پر آنیکو ہے بلکہ مردہ پرستی کی ہیکل کی بنیادیں کھوکھلی ہو گئی ہیں اور تزلزل پڑ چکا ہے۔

غرض اس آیت کی رو سے عیسویت کا رہا سہا اعتبار بھی مقدس بشپ صاحب نے کھو دیا ہے جبکہ وہ کوئی نمونہ جو چاہو مانگو تمکو ملے گا کا نہ دکھا سکے اور ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ وہ ہرگز نہ دکھا سکیں گے کیونکہ مردہ پرست قوم زندگی کے آثار کہاں سے لا سکتی ہے۔؟

عیسائی قوم جبکہ تین مردوں کی تثلیث کی پرستار ہے پھر اس سے زندگی کے پھل کی امید رکھنا ویسا ہی ہے جیسے حضرت یسوع صاحب بے موسم انجیر کے درخت کے نیچے بھوک سے بیتاب ہو کر گئے تھے۔ پہلی مردہ پرستی تو یہ ہے کہ جس کو خدا بنایا یا بقول ان کے وہ صلیب پر لٹکایا گیا۔ ملعون ٹھیرا۔ ہاویہ میں رہا۔ وہ ایک تختہ

السان تھا جو معمولی بچوں کیطرح پیدا ہوا آخر صلیبی فتنہ سے زندہ بچکر کشمیر میں آکر مر گیا اور یہ اسکو زندہ تصور کرکے عورتوں کی شہادت یا ضعیف الایمان - لالچی طامع اور بعض لعنت کرنے والوں کی شہادت پر آسمان پر پہونچاتے ہیں + یا یہ وہ کوئی زندگی کا کرشمہ نہیں دکھاتا۔

دوسری مردہ پرستی یہ ہے کہ اصل انجیل جو عبرانی میں تھی ۔ کیونکہ مسیح کی مادری بولی عبرانی تھی اور آخری الفاظ جو ان کے اس انجیل میں درج ہیں وہ یہی ہیں کہ ایلی ایلی لما سبقتانی (جو عبرانی ہیں) اسکا پتہ ہی نہ رہا کہ کہاں گئی ۔ اس کے بجائے یونانی ترجمہ کو اصل قرار دے لیا + یہ بھی مردہ پرستی ہوئی۔

تیسری مردہ پرستی **کفارہ** کی ہے جسکو گناہوں سے نجات کا موجب ٹھہرایا ہے حالانکہ کفارہ یسوع ہی کو گناہ سے کوئی تعلق اور نسبت ہی نہیں اور نہ اسکو نتائج نجات کا کوئی اثر اپنے اندر رکھتے ہیں ۔ پھر اس بت مردوں کے پرستار میں زندگی کہاں ؟ جبکہ معتقدات ہی میں سچائی کی روح نہیں ہے

غرض بشپ صاحب اور دوسرے انجیل یا صلیب برداروں کا فرض ہے کہ وہ عیسویت کے اخص شہتیر کی حفاظت کریں اور اس خصوصیت کو ثابت کرکے دکھائیں ورنہ مردہ پرستی کی دیمک نے صلیب کو کھا لیا ہے ۔ اور وہ زندہ خدا کی زندگی بخش ہوا (جو مسیح موعود میں ہو کر چلی ہے) کا جھونکا سے گر رہا ہے۔

اب ہم ایک اور پہلو سے بھی اس آیت پر نظر کرنا چاہتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ جو مانگو تمکو دیا جاوے گا کی تعلیم دینے والا آداب الٰہی سے ناواقف سنت اللہ سے نامحرم اور مسئلہ دعا کی حقیقت سے نا آشنا معلوم ہوتا ہے + کیونکہ یہ ناممکن بات ہے کہ جو مانگے وہی ملے اسلیے کہ اگر جو مانگا جاوے وہی دیا جاوے تو اللہ تعالیٰ کو علیم وحکیم صفات سے ضرور معطل ماننا پڑے گا۔

ہم انسان کی فطرت میں اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ باوجودیکہ والدین کو بچوں سے انتہا درجہ محبت ہوتی ہے لیکن پھر بھی بچے اپنی نادانی سے جو مانگیں انہیں نہیں دیا جاتا مثلاً اگر ایک بچہ آگ کے سرخ اور روشن انگاروں کو دیکھکر ماں سے درخواست کرے کہ ایک انگارہ مجھے دیدو ۔ کیا ایک دانشمند اور عاقبت اندیش اور مہربان مادر وہ انگارہ اسکی طفلانہ اور ناعاقبت اندیش طلب پر اُسے دیدے گی ؟ ہرگز نہیں اس لیے کہ وہ جانتی ہے کہ یہ انگارہ اسے جلادے گا ۔ ہاں عیسائی صاحبان اگر روح القدس کے آگ کے شعلوں کو پیش کریں تو یہ ایک جداگانہ امر ہے یہ آگ انھیں مبارک ہو ۔ پھر نادان بچہ اپنی کمی علم کے باعث اپنی خواہشوں کے اندازہ اور نتائج پر نگاہ نہیں کرسکتا ویسے ہی ایک دعا کرنے والا تمیز ظاہری بہتری کے اور کیا سمجھ سکتا ہے کہ اس کے نتائج کیا ہیں ؟ پس اگر جو مانگا جاوے اور وہی ملے تو انسان کی زندگی اسپر تلخ ہو جاوے اور اُسے معلوم ہو جاوے کہ خدا کو بھی نتائج اور عواقب امور کی خبر نہیں ہے اور کیا بشپ صاحب آپ جو مانگتے ہیں وہ ملتا ہے ؟ پس صاف ظاہر ہے کہ جو شخص ایسی تعلیم دیتا ہے وہ یا تو خدا تعالیٰ کو **علیم و حکیم** نہیں مانتا یا ایسی تعلیم کے رنگ میں **دہریت** پھیلانی چاہتا ہے کیونکہ جب کسی نے خدا سے جو چاہا مانگا اور اُسے نہ ملا تو بجز انکار کے اور کیا کرے گا ۔ اور یہ بھی پایا جاتا ہے کہ وہ صفات الٰہی کے علم سے کوئی حصہ نہیں رکھتا اور خود **قبولیت** دعا کی لذت سے ناآشنا ہے اور دعا کی حقیقت پر اطلاع نہیں رکھتا ۔ اور یسوع کی زندگی کے حالات جو انجیل میں لکھے ہیں پڑھکر ہمیں اور بھی تسلی ہوتی ہے کہ ایسے شخص سے ایسی ہی تعلیم کی امید ہو سکتی تھی غالباً یہی وجہ ہوگی کہ ساری رات روتے رہے اور موت کا پیالہ ٹلنے کی دعا اور اس عدم قبولیت (بقول عیسائی صاحبان) نے اس تعلیم کی بیہودگی ظاہر کردی ۔ غرض جہاں تک غور کیا جاوے یہ آیت جسپر بقول بشپ صاحب عیسویت کا مدار ہے عیسویت کی حقیقت کو ظلمت انبار کیے دیتی ہے اگر یہ آیت سچی ہے تو اسمیں پھر کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ موجودہ عیسویت ضرور افترا ہی کا پتلا ہے یا یوں کہدو کہ اس آیت کے رو سے اس میں زندگی نہیں پھر مردوں میں زندگی کو تلاش کرنے والے دانشمند اسپر غور کریں ۔ پھر بشپ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اس کا اور رسولوں کی تعلیمات سے مقابلہ کرنا امر دیگر ہے ۔ اور ایسا مقابلہ ہو کیونکر سکتا ہے جس حال میں انہیں سے کسی نے اس قسم کا دعویٰ کبھی کیا ہی نہیں ؟ ہم اس مقابلہ کو دوسرے حصہ میں دکھائیں گے سر دست ہم بھی مانتے ہیں کہ اس قسم کے بیہودہ باتیں جو نہ عقل سلیم تسلیم کرے اور نہ قانون قدرت اور سنن الٰہیہ میں اسکی نظیر ہو کہ **جو چاہو مانگو دیا جائے گا** دوسرے نبیوں اور سر دست بازوں کی تعلیم میں کیونکر ہونے لگیں ۔ لیکن ہم ہی مضمون کے دوسرے حصہ میں دکھائیں گے کہ **زندہ رسول** صلے اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیم دی ہے وہ اس بے پھل تعلیم کے مقابلہ میں کیسی روشن ۔ واضح ۔ مدلل ۔ معقول ۔ اور ہر زمانہ میں اپنے نتائج ساتھ رکھنے والی ہے۔

اسی سلسلہ کلام میں بشپ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ (دوسرے رسول) صرف خدا ہی کا حکم سُنانے تھے اور اسی کیطرف لوگوں کے دل حتی الوسع متوجہ کرتے تھے + یہ گویا ان کا بڑا فخر اور کمال خوبی تھی ۔ کہ خود کچھ نہ سمجھے جائیں ۔ اور صرف خدا کے حکم کی طرف توجہ کی جاوے جو ہماری معرفت نازل ہوا ہے ۔ جب کبھی اُن کے معتقد حد سے زیادہ انکی عزت کرنے لگتے تھے تو وہ ہمیشہ یہی جواب دیا کرتے تھے کہ ہمکو ہ سمجھو ہماری کچھ حقیقت نہیں ہم بھی ڈھونڈنے والے ہم بھی بندے ہیں خدا کیطرف خیال لگاؤ اسکو سمجھو اُس کے حکم پر عمل کرو ۔ اسکی راہ طیار کرو ۔ اس کے راستے بنا دو ۔

لاریب خدا کے راستباز نبیوں اور برگزیدہ

کی تعلیم تو یہی ہوتی ہو اور ہونی بھی یہی چاہیے کیونکہ باطنی شریعت - قانون قدرت اسی کے مؤید ہیں لیکن اگر کوئی عورت زاد جو تو بہت تک جوش حیض کہاکر معمولی راہ سے پیدا ہو۔ اور اپنے اخلاق میں کوئی کامل نمونہ بھی نہ رکھتا ہو۔ بشری حوائج کا محتاج اور انسانی کمزوریوں
پیغمبر لاغر ہو - ایک اعلیٰ درجہ کے انسان کی حیثیت نہ بلحاظ اپنے علم و ورع و تقویٰ اور خداشناسی کی نہ رکھتا ہو - آخر یہودیوں کے ہاتھوں ماریں کھاتا ہوا - ایلی ایلی لما سبقتانی کی فریاد کرتا ہوا صلیب پر لٹکایا جاتا ہو اور ملعون بنایا گیا ہو - اسکے خلاف کوئی بدعت نکالے
اور خدا کو چھوڑ کر اپنی طرف متوجہ کرانا چاہے تو اس کی سزا وہی ہے جو یہودیوں نے ایک ایسے شخص کو دی جسکا ذکر یسوع کے نام سے انجیلوں میں پایا جاتا ہے - (باقی دوسرے نمبر میں انشاء اللہ)